

یہ رشتہ ہمیشہ سلامت رہے گا

(از اہادات)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد رضا نقشبندی
مُجَدِّدِ مَظَلَّہ

(مُرتَب)

مولانا صلاح الدین سیفی نقشبندی
دارالعلوم فلاح دارینا ترکیبہ سنوہ گجرات انڈیا



+92-041-2618003
+92-0300-9652292

مکتبہ الفقیہ
223 سنوہ گجرات



فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	شمار	صفحہ	عنوان	شمار
۲۵	ایک انگریز کا واقعہ	۱۹	۵	ہرنی کا بھڑاگ انگ	۱
۲۵	دین نے ہمیں کیا دیا	۲۰	۶	مغزوہ کیسے ہمیشہ رہتا ہے؟	۲
۲۶	اسلام کی ایک اور خوبی	۲۱	۸	سیت اللہ اور قرآن	۳
۲۶	اسلام نے خیر خواہی کا درس دیا	۲۲	۹	جرمنی کا واقعہ	۴
۲۷	اسلام نے مسلمانوں کو دیا	۲۳	۹	ایک صاحب کا واقعہ	۵
۲۷	انگلیز کا واقعہ	۲۴	۱۱	قرآن مجید کو مٹانے کی کوشش	۶
۲۸	ایثار کا ایک عجیب واقعہ	۲۵	۱۱	ایک عجیب واقعہ	۷
۲۸	اسلام نے سچائی کی تعلیم دی	۲۶	۱۲	ایک پاکستانی انجینئر کا واقعہ	۸
۲۹	حیا کی دولت کس نے دی؟	۲۷	۱۳	ازبکستان اور قرآن	۹
۲۹	اغلاس کہاں سے ملا؟	۲۸	۱۵	واقعہ کن کی بات	۱۰
۳۰	اغلاس کا ایک لمحہ	۲۹	۱۸	قرآن پاک کے مختلف نمونے	۱۱
۳۱	مدرسہ کو بند کرنے کا ایک حربہ	۳۰	۱۹	چاند بھڑات	۱۲
۳۱	کٹر کے دور میں مدرسہ	۳۱	۲۰	امام ابو ذر	۱۳
۳۲	چند چیزیں یاد رکھنا ضروری	۳۲	۲۱	ایک نکتہ کی بات	۱۴
۳۳	میں کس سے دور رہتی ہوں	۳۳	۲۲	دین اسلام نے دنیا کو کیا دیا	۱۵
۳۴	علائے کرام کی قربانی	۳۴	۲۲	امریکہ کا ایک واقعہ	۱۶
۳۴	علائے روس کی قربانیاں	۳۵	۲۳	اسلام اور مگر پلوتو کی	۱۷
۳۶	مولوی کس چیز کا نام ہے	۳۶	۲۴	ایک امریکی ماں نے کیا کیا	۱۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
 قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
 اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَاسْلَامٌ
 ۙ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرٍ
 ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَاتَمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ
 لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى
 الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے دو چیزیں کو بھیجا ایک
 کلام اللہ اور دوسرا چال اللہ:

چنانچہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَنُخْرِجُ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

کہ اس کتاب کو بھیجا کہ آپ اس کے ذریعہ انسانوں کو گمراہی سے نکال کر،
 اندھیروں سے نکال کر، روشنی کی طرف لائیں، تو قرآن مجید اندھیروں سے نکال
 کر روشنی کی طرف لانے والی کتاب ہے، فقر مذمت میں پڑے ہوؤں کو اوج شریا

پہنچانے والی کتاب ہے، جتنکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھانے والی کتاب ہے، اللہ سے چمگزے ہوؤں کو اللہ رب العزت سے ملانے والی کتاب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری بھی اسی مقصد کے لئے ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محبوب ا

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ
وَمِرَاجًا مُبِينًا﴾

اب جب انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور کچھ وہ تھے کہ جنہوں نے انکار کیا، انکار کرنے والے بعض لوگوں نے ان سے ثبوت مانگا کہ آپ کی ثبوت کا ثبوت کیا ہے؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معجزات عطا فرمائے، چنانچہ یہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کی تائید کیلئے ان کی تصدیق کے لئے اور ان کے ثبوت کے لئے ہے۔

ہر نبی کا معجزہ الگ الگ:

ہر دور میں ہر زمانے میں حالات کے مطابق اللہ رب العزت نے معجزات عطا فرمائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا فن عروج پر تھا تو اللہ رب العزت نے ان کو معجزہ بھی ایسا ہی عطا کیا کہ جب عصا کو زمین پر ڈالتے تھے تو وہ اڑدھان بن جاتا تھا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا فن اپنے عروج پر تھا تو اللہ رب العزت نے ان کو معجزہ بھی ایسا ہی عطا کیا،

﴿وَأَنبِئْهُم بِآيَاتِنَا وَأَلَّا تَكْفُرَ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدِّينَ بِالْأَعْيُنِ وَيُرِيدُونَ مِنَ الدِّينِ جُزْءًا مِّنْهُ﴾

نبی علیہم السلام جب تشریف لائے تو اس وقت عربوں میں زبانِ دہانی پہ بڑا ناز تھا شعر و ادب کا زمانہ تھا ”عکاظ“ کے میلے میں شعراء اپنے کلام کو پیش کرتے تھے ہزاروں شعر لوگوں کو یاد ہوتے تھے اور اپنی زبان پہ اتنا ناز تھا کہ اپنے کو عرب کہتے

تھے اور غیر کو مجھ کہتے تھے یعنی گوشت کا کہ انہیں بولنا ای نہیں آتا۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو ایک بہت بڑا معجزہ عطا فرمایا جس کو اللہ رب العزت کا قرآن کہا جاتا ہے۔ اس کلام نے آکر پوری انسانیت کو چیلنج کیا فرمایا

﴿قُلْ لِّسِنِیْ جَمْعُ الْمَوْتِیْنَ وَالْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾

بلکہ فرمایا اگر تمہارے بس میں ہے
﴿فَاتُّوْا بِسُوْرَةٍ مِّیْنْ وَیْلٰہِ﴾

اس جیسی ایک سورت ہی بنا دو،

جو لوگ خود کٹ مرنے کیلئے تیار تھے اولادوں کو قربان کرنے کے لئے مقابلوں پر بھیج دیتے تھے، اگر یہ چیلنج قبول کرنا ان کے لئے آسان ہوتا تو ان کے حوٹے ہو جاتے لیکن ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس کلام اللہ نے آکر سب کی بولتی بند کر دی، چنانچہ نبی ﷺ کا یہ معجزہ آج بھی موجود ہے۔ چونکہ نبی ﷺ کی نبوت دائمی ہے، تو آپ کے معجزات بھی دائمی ہیں، نبی ﷺ کی نبوت سارے جہانوں کے لئے، قرآن بھی سارے جہانوں کے لئے۔ یوں سمجھیں کہ جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک نبی ﷺ کی مصطفائی ہے اور چونکہ نبی ﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لئے ہے اس لیے آپ کا یہ معجزہ بھی ہمیشہ کیلئے ہے۔ قیامت تک یہ معجزہ اسی طرح باقی اور سلامت رہے گا۔

معجزہ کیسے ہمیشہ رہتا ہے؟

یہ معجزہ کیسے ہمیشہ رہتے ہیں؟ ذرا ایک آسان سی مثال سنئے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ حج کے موقع پر آج کے زمانے میں تقریباً (30) تیس لاکھ انسان

حاضر ہوتے ہیں اور سب نے حرات پر کنکریاں مارنی ہوتی ہیں، جس کو رمی بھار کہتے ہیں۔ ہر بندہ مجموعی طور پر تقریباً ستر کنکریاں مارتا ہے، اب تمیں لاکھ کو اگر آپ ستر سے ضرب دیں، تو یہ کروڑوں میں بات بنے گی اور اتنی کنکریوں کو کہیں جمع کریں تو پہاڑ بنے گا۔ لیکن جو حج کرنے والے لوگ جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ وہاں بہت کم کنکریاں ہوتی ہیں، نبی علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے کی کنکری قبول ہو جاتی ہے اللہ رب العزت کے فرشتے اس کنکری کو اٹھا لیتے ہیں، یہ معجزہ قیامت تک رہے گا، بس ایک دو ہلڈوزر لگے ہوتے ہیں، جو بچنے والی کنکریوں کو ایک طرف کر دیتے ہیں۔ بندوں کی تعداد زیادہ، جو کنکریاں نظر آتی ہیں ان کی تعداد تھوڑی تو یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

ایک مثال اور ہے، فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے زمزم پیا اور ذول میں جو پانی تھا اس کو پی کر بچا ہوا پانی زمزم میں ڈال دیا، چنانچہ بعد میں آنے والے جتنے لوگ زمزم پی رہے ہیں، انکو زمزم پینے کا بھی اجر مل رہا ہے اور نبی علیہ السلام کا بچا ہوا پینے کا بھی ثواب مل رہا ہے۔ اب یہ ایک معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا، آپ ذرا غور کریں کہ تمیں لاکھ بندے توج والے، جو مکہ مکرمہ کے ہیں وہ خود اپنی جگہ، تو اگر چالیس لاکھ بندے پانی پینے والے ہوں، انکے لئے کتنے ٹیوب ویل لگانے پڑتے ہیں اور کوئی ایک دو دن کی بات نہیں ہے، کم و بیش ایک مہینہ یہ پورا جمع رہتا ہے اور اب تو ماشاء اللہ مدینہ طیبہ میں بھی وہی پہنچایا جا رہا ہے اور ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ مکہ مکرمہ کے لوگ گرد و نواح کی بستیوں کے لوگ جدہ اور قریب کے اور شہروں کے لوگ بھی اپنے گھروں میں زمزم پیتے ہیں۔

چنانچہ گاڑیوں میں وہ اپنی بوتلیں لے کر جاتے ہیں ۲۰ لیٹر والی بڑی بڑی اور ہفتہ کا مہینہ کا پانی بھر کر لاتے ہیں، اتنی Consumption (مصرف) جو اس

پانی کا ہے، آخر ایک کنویں سے کیسے آ رہا ہے؟ کوئی انجینئر ذرا اپنی عقل دوڑائے کوئی سمجھائے کہ آخر دس بارہ انچ کا پائپ اور اتنے لاکھوں انسانوں کی ضرورت کو پورا کرنا، یہ ممکن نہیں ہے، یہ کیا ہے؟ حقیقت میں یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے اور یہ قیامت تک رہے گا۔ آج تو کہیں جو چار ٹیوب ویل لگا دو تو زیر زمین آبی سطح نیچے ہو جاتی ہے کہتے ہیں جی پانی پہلے 30 فٹ پر نکلتا تھا، اب 50 فٹ پر نکلنے لگ گیا، نیچے کے ریزرو Reserve ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ ریزرو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنا دیا کہ لاکھوں انسان اس پانی کو پیتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے اس پانی کی سپلائی ہو رہی ہے۔ تو یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے، یہ دائمی معجزے ہیں ہمیشہ رہیں گے اسی طرح قرآن مجید کا معجزہ ہے یہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

بیت اللہ اور قرآن انسانیت کی جان:

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ قرآن مجید اور بیت اللہ، یہ دونوں چیزیں اس دنیا کی جان کی مانند ہیں۔ جب جان نکل جاتی ہے پھر انسان کا جسم مردہ ہو جاتا ہے، بیت اللہ کس لئے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْغُرَقَاءَ أَلْيَتَ الْخَوَاصِّ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾

بیت اللہ کو انسان کے قیام کا سبب بنایا، اسی طرح قرآن مجید کو بھی انسانوں کی باطنی زندگی کا سبب بنایا۔ تو انسانیت قرآن کے بغیر کبھی روہی نہیں سکتی۔ جب وہ وقت آئے گا کہ نہ قبلہ رہے گا نہ قرآن رہے گا، تو سمجھ لو کہ پھر انسان بھی نہیں رہے گا۔ قیامت تک کے لئے یہ معجزہ ہے اور جاری رہے گا۔ آج چودہ سو سال گزر چکے، ان چودہ سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا دنیا میں نہیں آیا کہ پوری دنیا میں کہیں اللہ کا قرآن موجود نہ ہو، کفار نے کتنی کوششیں کی ہوں گی اس کو ختم کرنے کے لئے، مگر نہ اس کو مٹا سکے نہ اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال سکے، یہ اللہ تعالیٰ کا

محفوظ کلام ہے۔

جرمنی کا واقعہ:

جرمنی کی میونخ یونیورسٹی کے تھیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ میں ایک Project (منصوبہ) کنڈکٹ Conduct (طے) کیا گیا کہ مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا قرآن محفوظ ہے، اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، ذرا اس کو چیک تو کریں۔ اس کے لئے بہت سارا فنڈ مخصوص کیا گیا، ایک ڈیپارٹمنٹ الگ کر دیا گیا، انہوں نے اس میں بہت سارے لوگ رکھے اور انہوں نے پلاننگ یہ کی کہ دنیا کے مختلف علاقوں سے، شہروں سے، بستیوں سے قرآن کو اکٹھا کیا جائے۔ آخر پوری دنیا میں پرنٹ ہوتے ہیں، چنانچہ چالیس ہزار نسخے قرآن مجید کے اکٹھے کئے گئے، ہر نسخہ الگ جگہ سے منگوا دیا گیا۔ ان کا مقصد کیا تھا؟ کہ کہیں تو گڑ بڑ مل ہی جائے گی۔ چنانچہ چالیس ہزار نسخے جمع کرنے کے بعد انہوں نے کچھ بندے بٹھائے اور وہ بندے سب مل کر دیکھتے رہے کہ اس لفظ میں اور جتنے قرآن مجید وہ دیکھ رہے ہیں کہیں کوئی فرق تو نہیں، زیر، ذبر، نقطے کا، لیکن کوئی فرق نہیں تھا۔ حتیٰ کہ چالیس ہزار نسخوں کو دیکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکالا گیا کہ سب نسخوں میں ایک نقطے کا فرق بھی کہیں نظر نہ آیا،

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَٰحِفَظُونَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”بیشک یہ نصیحت نامہ ہم نے ہی نازل کیا اور اس کی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں“ تو قرآن مجید محفوظ ہے اور پیدا کی معجزہ ہے، جب تک انسانیت ہے دنیا میں تب تک، انکی ہدایت کے لئے اللہ کا یہ کام ہو جو ہے۔

ایک کاتب کا قصہ:

ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کاتب تھا اور ہمیشہ سوچنا رہتا تھا

کہ پتہ نہیں کون سا دین سچا ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ ہم سچے، عیسائی کہتے ہیں کہ ہم سچے، مسلمان کہتے ہیں کہ ہم سچے، اب پتہ نہیں کہ کون سچا؟ اس کے ذہن میں خیال آیا، چلو میں اس کا کوئی حیلہ نکالتا ہوں، اس نے ایک تورات لی اور اس کی کتابت کی، کتابت کرتے ہوئے اس نے ملے جلتے جو الفاظ ہوتے ہیں ان کو بدل دیا۔ چنانچہ اس کو لے کر وہ ایک ربائی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ میرے پاس ایک تورات ہے اور میں نے بڑی محنت سے لکھی ہے، میں آپ کو Gift کرنا چاہتا ہوں، وہ بڑا خوش ہو گیا۔ اس نے کہا کہ جی ہنس آپ ہفتہ کے دن جو اپنی Prayer (عبادت) کرتے ہیں وہ اسی سے کیا کریں۔ ایک سال تک وہ اسکو استعمال کرتا رہا، اس کو کچھ پتہ نہ چلا، کاتب نے نتیجہ نکالا کہ یہ جھوٹا اور غیر محفوظ کلام ہے۔ چنانچہ پھر اس نے بائبل لی اور یہی طریقہ اس نے بائبل کے ساتھ اختیار کیا، ایک عیسائی پادری کو جا کر دی کہ آپ Sunday Prayer (اتوار کی عبادت) اس سے کیا کریں۔ ایک سال اس نے انتظار کیا اور ایک سال تک اس پادری کو پتہ نہ چلا کہ اس میں تبدیلی کہاں ہے۔

پھر اس نے قرآن مجید لکھا اور اس میں کچھ مقامات پر ان الفاظ کو جو ہم معنی سمجھے جاتے تھے وہ بدل دیے۔ اس نے جا کر ایک عالم جو حافظ قرآن تھے ان کو دیا کہ جی اس کو پڑھا کریں، انہوں نے بہت شکر یہ ادا کیا۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا، ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا بھائی ایہ تم نے کہاں سے لیا ہے؟ اس نے کہا، میں نے خود لکھا۔ پوچھا، تم نے جاتے ہوئے لکھا تھا یا سوتے ہوئے؟ کہنے لگا، جاگتے ہوئے لکھا تھا۔ کہنے لگے، ذرا دیکھو! جتنی جگہوں پر اس نے الفاظ کو بدلا تھا، ایک ایک جگہ پر اس نے نشان لگا کر بتا دیا کہ یہاں یہ غلطی ہے۔ سبحان اللہ، تو یہ قرآن اللہ کا وہ کلام ہے کہ جس میں ملاوٹ نہیں کی جاسکتی۔ اس قرآن مجید کو ختم کرنے کے لئے تاریخوں نے کشتی

کوششیں کیں۔ اتنے نسخے کتابوں کے دریا میں ڈالے کہ پانی ہی کالا ہو گیا، ایک مہینے تک دریا کا پانی کالا چلتا رہا حتیٰ Ink (روشنائی) تھی، لیکن اس قرآن مجید کو مٹا نہ سکے۔

ریشا میں قرآن مجید کو مٹانے کی کوشش:

جب ریشا کے اندر کیونزم کا انقلاب آیا، تو اس وقت انہوں نے مسلمانوں کے گھروں میں جتنے قرآن مجید مل سکتے تھے، ان سب کو ضائع کر دیا اور یہ قانون بنا دیا کہ اگر کسی بندے کے گھر میں عربی زبان میں لکھا ہوا کوئی کاغذ بھی ملے گا تو اس بندے کو پھانسی لگا دی جائے گی۔ اب آپ اندازہ لگائیے، قرآن کی بات نہیں ہو رہی ہے، اگر عربی زبان میں لکھا ہوا کاغذ بھی ملے گا تو پھانسی لگا دی جائے گی۔ وہ چاہتے تھے اس زبان کا کوئی پرچہ بھی ملک میں نہ رہے، اتنا سیف ساڈ Safe Side (محفوظ) ہو کر انہوں نے کام کیا۔ ان کے خیال وہم و گمان میں یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا اور سال دو سال کی بات نہیں ستر سال اسی طرح گزرے ہیں، وہاں کے مسلمان قرآن پڑھ نہیں سکتے تھے ان پر پابندی تھی۔

ایک عجیب واقعہ:

اس عاجز کو ایک مرتبہ تاشقند میں جانے کا موقع ملا تو سڑک کے کنارے کہیں جا رہے تھے۔ ایک خاتون قریب ہوئی اور پوچھنے لگی کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ کہا، جی ہاں۔ کہا، کیا آپ کے پاس قرآن ہے؟ جی ہے، سفر میں چھوٹا جیب میں جو قرآن مجید رکھتے ہیں وہ اس عاجز کے پاس موجود تھا۔ اس نے کہا، جی کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟ جی آپ دیکھیں، اس نے قرآن مجید لیا تو میرے جوساقتی تھے وہ کہنے لگے یہ تو اس کو آنکھوں سے لگا رہی ہے، چوم رہی ہے، سینے سے لگا رہی ہے، اس کو کیا ہوا؟ میں نے کہا، اس سے پوچھو۔ جب اس نے پوچھا کہ اللہ کی بندی کیا ہوا؟

کہنے لگی کہ میری عمر اسی سال ہے اور میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کے قرآن کو دیکھ رہی ہوں۔ انہوں نے قرآن دیکھا ہی نہیں تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ شاید اب قرآن یہاں سے مناد یا گیا ہے، مگر قرآن نے کیا مناد تھا منانے والے خود مٹ گئے۔

ایک پاکستانی انجینئر کا واقعہ:

ہمارے اپنے ایک دوست تھے مکمل انجینئر، وہ پاکستان اسٹیل مل کے انڈر انجینئر تھے۔ سڑکی دہائی کا زمانہ تھا، پاکستان میں ریشیا نے فیکٹری لگائی تھی، تو ٹریننگ کے لئے ان کو ماسکو جانا پڑا۔ جمعہ کا دن آگیا، ان کا جی چاہا کہ میں کہیں مسجد میں جاؤں، نماز پڑھوں۔ پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ صرف دو مسجد کھلی ہیں باقی سب کو بند کیا ہوا ہے اور وہ بھی Tourist Purpose (تفریح کی غرض سے آنے والوں کے لئے) کہ یہاں سیاح آتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ یہ ان میں سے ایک مسجد میں پہنچ گیا، جب وہاں پہنچا تو جس کے پاس چابی تھی اس نے کہا دروازہ تو میں کھول دیتا ہوں لیکن تم اس میں کوئی عبادت مت کرنا اگر پولیس پکڑ کر لے گئی تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ اس نے کہا، بھائی میں یہاں پر Guest (مہمان) ہوں، اپنے ملک میں بھی مسلمان تھا میں یہاں بھی مسلمان ہوں، یہ مجھے کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ میں اپنی نماز ادا کروں گا، اس نے نماز پڑھی۔ جب اذان دی تو دو چار چھوٹے بچوں نے اسے دیکھا، اب جب یہ نماز پڑھ کر باہر نکلے گا تو ان بچوں نے اشارہ کیا کہ آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ ان کے پاس ٹائم تھا چلے گئے، جیسے ہی اس گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں پر بہت سارے مرد اور عورتیں جو قریب قریب رشتہ دار تھے وہ اکٹھے ہیں، کنڈی لگانے کے بعد ان کے چہروں پر جو خوف تھا وہ ختم ہو گیا۔ وہ بڑے شوق سے ملے اور کہنے لگے مسلمان! مسلمان! یعنی ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہ بہت خوش ہوئے کہ میری اس کفرستان میں اللہ کے ان مؤمن

بندوں سے ملاقات ہوگئی۔ خبر نہ یہ ماسکو کی زبان سمجھتے تھے اور نہ وہ ان کی زبان سمجھتے تھے، تو انٹر نیشنل زبان ہے Language of Sign (اشارہ کی زبان) وہ استعمال کرتے رہے۔ انہوں نے چائے پلائی، کھانا کھلایا پھر بیٹھ گئے، تو بچے آگے بیٹھے، پیچھے، ان کے مرد بیٹھے، عورتیں اس کے بھی پیچھے دور بیٹھ گئیں، جو ٹوٹی پھوٹی باتیں ایک دوسرے سے کر سکتے تھے کرنے لگے۔ وہ کہتے ہیں میں نے ایک بچے سے پوچھا کہ تم قرآن پڑھے ہو؟ اس نے سر ہلایا ہاں پڑھا ہوا ہوں۔ میں نے جیب سے قرآن پاک نکالا اور اس کو کہا کہ تم یہاں سے پڑھو اب وہ بچہ کبھی میرا چہرہ دیکھتا ہے کبھی قرآن کو دیکھتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ پڑھو وہ کبھی میرا چہرہ دیکھتا ہے کبھی قرآن پاک کو دیکھتا ہے۔ جب تیسری دفعہ میں نے اس سے کہا کہ بھئی پڑھو یا ایتھا الذین آمنوا فوا انفسکم واهلبکم نارا..... جیسے ہی میں نے دو تین لفظ ادا کئے بچے نے پڑھنا شروع کر دیا، اب وہ پڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا پہلے پڑھ نہیں رہا تھا اب پڑھنا شروع کر دیا تو رُک نہیں رہا، تو میں نے اس کے والد کی طرف دیکھا، اس کے والد مسکرائے اور کہنے لگے..... ا کہ جی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں پر کتابی شکل میں قرآن نہیں ہے، پرانے حفاظ ہیں، ان میں کوئی ورزی ہے تو ہم اپنے بچے کو کپڑے بیٹھا سیکھنے کے بہانے اس کے پاس بھیج دیتے ہیں وہ بچے کو کپڑا سینا بھی سکھاتا ہے اور ایک دو آیات امدہ کی طرح اس کو سبق بھی دیتا رہتا ہے نا چنانچہ کی طرح اور یہ بچہ اس کو یاد کر کے سنا دیتا ہے، ہمارے بچے قرآن پاک کے حافظ تو بن جاتے ہیں یہ قرآن پاک کو ناظرہ پڑھنا نہیں جانتے۔ جب آپ نے دکھایا تو کیا پتہ یہ کبلی دفعہ دیکھ رہا ہے، کہنے لگے میں حیران ہوا کہ لوگو! تم نے کاغذ پر لکھے قرآن پر تو پابندی لگا دی تم سینوں پر لکھے قرآن کا کیا گاڑ سکتے ہو؟ انا لحن نزلنا الی نحر و انا لہ لحاظ فکون کہ بیشک یہ قرآن مجید ہم نے ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم

ہی ذمہ دار ہیں۔

ازبکستان اور قرآن:

ہمیں ایک مرتبہ رمضان المبارک ازبکستان میں گزارنے کا موقع ملا۔ ہمارا اندازہ یہ تھا کہ چونکہ ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا اس ملک کے آزاد ہوئے تو ان کے یہاں تو حافظ نہیں ہوں گے اور اکثر مسجدوں میں تو آخری دس سورتوں سے ہی تراویح پڑھی جائے گی، لیکن جب وہاں پہنچے تو وہاں دو باتیں عجیب دیکھیں۔

..... ایک بات تو یہ کہ ازبکستان کی ہر مسجد میں تراویح میں تین قرآن پاک پڑھنے کا عام دستور ہے، ہر عشرہ میں قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ ایک دو مساجد کی بات نہیں، جہہ مساجد کی بات نہیں، جہاں بھی مسجد میں تراویح ہوتی ہے وہاں تین ختم ہوتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ جو بچہ یا بوڑھا ایک دفعہ مسجد میں داخل ہو گیا، وہ بیس تراویح میں تین پارے سنے بغیر مسجد سے باہر قدم نہیں رکھتا، قرآن مجید کی اتنی محبت ان لوگوں میں دیکھی، اللہ اکبر کہیرا جیسے پھڑا ہوا کوئی بندہ ملتا ہے اس کا ایک دفعہ گلے ملنے سے دل نہیں بھرتا ہے تو وہ بار بار گلے ملتا ہے ٹھیک ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ لوگ اللہ کے قرآن سے پھڑے ہوئے تھے۔

..... دوسری بات وہاں کی حکومت نے ایک اعلان کیا کہ ہم قرأت کا فرس کر دانا چاہتے ہیں، تو جو حافظ، قاری ہوں، صرف وہ Apply کریں (درخواست دیں) تو لوگوں نے درخواستیں دیں، اب اس کا نتیجہ پتہ ہے کیا نکلا؟ ان کے پاس اس میں حصہ لینے کے لئے چودہ ہزار حفاظ کی درخواستیں آئیں۔ ہم سمجھتے تھے کوئی حافظ نہیں ہوگا، اللہ کی شان، وہاں پر چودہ ہزار حفاظ نکل آئے اللہ اکبر! اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۱۰۱﴾ اس نصیحت نامہ کو ہم نے ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں۔

واشنگٹن کی بات:

۱۹۹۳ء کی بات ہے، یہ عاجز واشنگٹن ایریا میں رہتا تھا، تو کچھ علماء میرے

پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ جی ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں پر Inter

faith Council (بین المذاہب کونسل) بنی ہوئی ہے، اس زمانے میں یہ

عام نہیں تھی، اب تو بہت عام ہوتی جا رہی ہے۔ وہاں پر مختلف مذاہب کے لوگ

جاتے ہیں اور جا کر اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرتے ہیں مسلمانوں

میں سے کوئی بھی وہاں نہیں جاتا، چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب کے سب مسلمانوں

کی مخالفت پر جمع ہو جاتے ہیں تو کوئی بندہ ایسا ہونا چاہیے جو وہاں جائے اور اس

میں شریک ہو اور اگر ان کو اسلام کے بارے میں کوئی بات کرنی ہے، پوچھنی ہے،

اعتراف ہے تو اس کا جواب دے۔ میں نے کہا، جی بہت اچھی بات ہے آپ

لوگ جائیں۔ کہنے لگے نہیں، ہم تو آئے اس لئے ہیں کہ آپ نے وہاں جانا ہے،

میں نے کہا کہ جی میں تو ایک چھوٹا سا طالب ہوں میں نہیں جاسکتا۔ انہوں نے کہا

کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ جو پادری اور رباتی لوگ ہیں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے

مقابلے میں اگر کوئی فقط عالم ہے تو اس سے سائنس کا سوال پوچھتے ہیں اور دیکھتے

ہیں کہ یہ سائنس پڑھا ہوا ہے تو اس سے دین پوچھتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ

دین بھی پڑھا ہوا ہے سائنس بھی جانتا ہے تو اس سے اسلام میں روحانیت کے

بارے میں پوچھتے ہیں، کنفیوز Confuse (پریشان) کر دیتے ہیں اسکو، تو چونکہ

آپ Jack of all trades but master of none ہیں، تو

اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ وہاں جائیں۔ بہت کوشش کی بچنے کی مگر چونکہ حکم

قائد کا کہ آپ نے جانا ہے اسلئے پھر جانا پڑا اور وہی لے کے گئے، اور انہوں نے

جا کر وہاں بتا دیا کہ جی آج کے بعد یہ یہاں آیا کریں گے۔ میں نے بھی ان

لوگوں کو بتا دیا کہ جی میں ایک طالب علم ہوں اور میں اسٹلے یہاں آیا ہوں کہ اگر آپ کو کچھ پوچھنا ہو میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہوگا تو میں بتا دوں گا اور نہیں سنا ہوگا تو میں پوچھ کر بتا دوں گا۔ اس میں کیا شان کھتی ہے کسی کی، شان تو سمجھئے اس کی کہ جس کی ہو۔ تو خیر جانا شروع کر دیا وہاں کچھ عرصہ جانے سے تھوڑا ان کے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک تبدیلی تو یہ ہوئی کہ اب انہوں نے جو لسٹ List بنائی تو الحمد للہ اسلام کا نام سب سے اوپر لکھا اور دوسرا یہ کہ اب جو ذرا بات کرتے تو تھوڑا مسلمانوں کے بارے میں اسلام کے بارے میں تو محتاط ہو کر کرتے۔ خیر اس دوران اکثر نہیں دیکھنا کہ جب میں وہاں جاتا یہی جب، عمامہ، ہاتھ میں عصا، ایک ربائی جو تھا وہ مجھے بڑے غور سے دیکھتا تھا۔ ایک دن اس کے قریب میری سیٹ بنا دی گئی، وہاں سیٹ پر نام لکھ دیتے تھے کہ کہاں کس نے بیٹھنا ہے، تو جب میں وہاں جا کر بیٹھتا تو وہ مجھے کہتا ہے کہ You always come in a different respective look. (آپ ہمیشہ ایک منفرد شخصیت کے روپ میں تشریف لاتے ہیں) میرے دل میں خوشی ہوئی الحمد للہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے، اس کے دل پر چوٹ ڈالتی ضرور ہے۔ خیر ایک دن جو سیکرٹری تھا اس نے پوچھا کہ Next Meeting (اگلی میٹنگ) کا ایجنڈا کیا ہوا تو میں نے کہا کہ جی میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ آئندہ میٹنگ میں ہر مذہب والا، دین والا، جو انکے پاس ورڈ آف گاڈ Word of God (خدا کی کتاب) ہے وہ پڑھ کر سنائیں۔ اسکو یہ آئیڈیا بڑا اچھا لگا اور سب نے اس کو ہاں کر دیا، لوجی اگلی دفعہ جب پہنچے تو وہ سیکرٹری صاحب کہنے لگے کہ مسٹر احمد! چونکہ آپ ہی نے یہ تجویز دی تھی لہذا آپ ہی شروع کریں..... جو بولے وہی کنڑی کھولے۔

خیر ہم نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی اور سورۃ فاتحہ کا آسمان لفظوں میں ترجمہ ان کے سامنے پیش کر دیا، انڈر لائن آئیڈیا یہ تھا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پچھلی کتابوں میں جتنا کچھ نازل کیا اس کا خلاصہ قرآن مجید میں آگیا اور جتنا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا سب کا سب سورہ بقرہ میں آگیا اور جو کچھ سورہ بقرہ میں نازل ہوا سارا کا سارا سورہ فاتحہ میں ہے، اسلئے اس کو فاتحہ الکتاب کہتے ہیں۔ یہ دیکھا ہے پورے قرآن مجید کا۔ یہ سری ہے تو ہم نے کہا بھائی چلو سری ہی سنا دیتے ہیں، پورا قرآن ایک طرح سے سن لیں گے۔ خیر انہوں نے توجہ سے سنا، خوش ہوئے، اب آگے پادری صاحب بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد ربائی تھا، پھر آگے ایک ہندو بھی تھا اور بھی مذاہب کے بہت سے لوگ تھے۔ خیر جب انہوں نے پادری کو کہا تو اس نے اپنی بائبل نکالی اور اس کے یہاں ایک پہاڑی کا وعظ کیا جاتا ہے، وہ بڑے شوق سے پڑھ کر سناتے ہیں کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی تھپڑ لگے تو تم دوسرا گال بھی پیش کر دو، عمل چاہے جو بھی ہو۔ خیر اس نے وہ پڑھنا شروع کیا، اس پر اس عاجز نے سیکرٹری کو کہا کہ مجھے اس میں ایک پوائنٹ شیئر کرنا ہے، اس نے کہا، کیا؟ میں نے کہا جی کہ میری پچھلی دفعہ جو بات ہوئی اور جو لکھا تھا، وہ یہ تھا کہ جن مذہب والوں کے پاس جو ورڈ آف گاڈ ہے وہ پڑھ کر سنائیں تو میں اتنا پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بائبل انگلش میں نازل ہوئی تھی، بھائی ورڈ آف گاڈ سنائیے اب وہ سمجھے کہ ہم تو Trap ہو گئے (پکڑے گئے) تو تھوڑی دیر تو بالکل Silent (خاموش) رہے۔ ایک منٹ کے سکوت کے بعد ربائی آگے ہوا اور مجھے کہتا ہے کہ سٹر احمد! Let me be very open in front of you (میں آپ کے سامنے کھل کر یہ بات کرتا ہوں) جتنے ادیان اس وقت دنیا میں ہیں، ان میں خدا کا کلام جس زبان میں نازل ہوا کسی کے پاس نہیں ہے سوائے مسلمانوں کے۔ اتنے لوگوں کے درمیان جب اس نے یہ اسٹیٹ منٹ دی تو دل کو اتنی خوشی ہوئی الحمد للہ ﴿إِنَّا نَحْنُ قُرْآنُ الْبَشَرِ﴾ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَنَحَّاظُونَ﴾ واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت کا

کلام آج بھی اسی طرح محفوظ ہے، نہ کوئی بندہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے نہ اسکو ختم کر سکتا ہے، وہ خود ختم ہو جائے گا، جو اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔

قرآن پاک کے مختلف نمونے:

ہمیں میں ایک لائبریری دیکھنے کا موقع ملا، تو قرآن مجید وہاں مختلف انداز میں لکھا ہوا دیکھا،

ایک اتنا چھوٹا لکھا دیکھا کہ جیسے تعویذ بنا کر گلے میں ہی ڈال لو، اتنا چھوٹا، کہنے لگے کہ جی ایک کاتب تھے یہاں جو چاول کے دانے پر سورۃ اخلاص لکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر، اللہ نے قلم کا فن جس کو دیا وہ قرآن کے ساتھ اپنی محبت دکھاتا ہے اس نے وہ چھوٹا سا قرآن پاک دکھایا۔

پھر انہوں نے ایک قرآن پاک دکھایا پتے پر لکھا ہوا، ہم بڑے حیران، ہم نے اس کو دیکھا۔ تو جیسے شیشم کا پتہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر باقاعدہ رگیں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں، وہ بالکل نظر آ رہی تھیں، لیکن اللہ جانے کیا چیز استعمال کی تھی کہ وہ پتہ نوٹا بھی نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ یہ کاغذ بننے سے پہلے کا لکھا ہوا قرآن ہے۔

پھر ایک قرآن پاک اور دیکھا، کہنے لگے جی یہ قرآن پاک ہے۔ وہ دیکھا تو نیچے سے چھت تک جیسے فوم Foam کے گدے رکھے ہوں ذرا کپڑا بٹایا تو پتہ چلا کہ یہ تو لوہے کی چادریں ہیں۔ بھائی یہ کیا؟ کہنے لگے کہ جی یہ لوہے کی چادریں ہیں اور اس میں انگریو Engrave کر کے یعنی کھود کر قرآن پاک لکھا گیا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کس لئے؟ کہنے لگے کہ ہمارے علماء نے اس لئے لکھا کہ جیسے ہر چیز کا اسٹینڈرڈ Standard (معیار) ہوتا ہے۔ یہ گرین ووج ٹائم کا اسٹینڈرڈ ہے، یہ فلاں کا اسٹینڈرڈ ہے، انہوں نے قرآن پاک کو لکھ کر اسٹینڈرڈ بنا دیا۔ سینکڑوں سال بعد آنے والے زمانے میں بھی اگر کسی کو اشکال پیش آئے گا،

اسٹینڈرڈ سے کمپیر Compare کر کے دیکھ لے گا کہ اللہ کا قرآن کیا ہے، اس امت کے علماء نے حفاظت قرآن میں کیا کیا کام کر دکھایا، تو قرآن مجید نبی علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی ختم کر سکتا ہے۔ ان چودہ سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا، ایک دن تو بڑی بات ہے، ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ پوری دنیا میں کہیں بھی اللہ کا قرآن موجود نہ ہو، دنیا قرآن سے خالی نہیں ہوئی، آج بھی موجود ہے، الحمد للہ تو یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

چار معجزات

چار معجزات ہیں، جن کا میں آج تذکرہ کر دوں گا، جو نبی علیہ السلام کی نبوت کا ایک ثبوت ہیں اور قیامت تک رہیں گے ان میں سے۔

..... (۱) پہلا معجزہ:

اللہ رب العزت کا کلام ہے۔

..... (۲) دوسرا معجزہ:

نبی علیہ السلام کا فرمان۔

حدیث مبارکہ، چونکہ حدیث مبارکہ قرآن مجید کی تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا: کہ اے محبوب! آپ کو بھیجا گیا

﴿لَقَدْ جِئْنَا لِلنَّاسِ مِمَّا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ﴾

کہ آپ انسانوں پر جو نازل ہوا اس کو واضح کر دیں، یہ وضاحت ہے یہ تفصیل ہے، اللہ کے کلام کی، چنانچہ احادیث بھی محفوظ۔

الحمد للہ محدثین نے اس پر کام کیا، یہ محدثین کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں

جن کے دلوں میں اللہ نے عشق رسول کو اتنا بھردیا کہ اب اس عشق میں ذوق کر ان کو نبی علیہ السلام کے اقوال، افعال کو جمع کرنے کی یاد کرنے کی محبت نصیب ہوگئی، نرمی لگا دی اسی کے اوپر۔ چنانچہ پہلے دور میں حافظ کا لفظ استعمال ہی اس کے لئے ہوتا تھا جو حافظ حدیث ہوتا تھا۔ آج ہمارے زمانے میں تو مختلف محاملہ ہے، حافظ کا مطلب ہوتا ہے قرآن کا حافظ، قرآن مجید تو پہلے ہر کسی کو یاد ہوتا تھا الا ماشاء اللہ، اتنا فرق ہوتا تھا کسی کو کلی یاد ہوتا تھا اور کوئی جزوی، حافظ تو سارے ہی ہوتے تھے، لیکن جس کو حافظ کہا جاتا تھا، حافظ ابن قیم، حافظ ابن تیمیہ، یہ حافظ سے کیا مراد تھا؟ یہ حدیث کے حفاظ تھے، چنانچہ لاکھوں حدیثیں یاد تھیں۔ (اللہ اعلم)۔

امام ابو ذر رحمہ:

امام ابو ذر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا ایک شاگرد تھا، اس کی بیٹی شادی ہوئی تھی۔ ایک دن ان کے درس میں گیا تو ذرا دیر ہوگئی، واپس گھر آیا تو بیوی سے تھوڑی تلخ کلامی ہوگئی۔ اس نے کہا کہ تمہیں تو کسی کا احساس ہی نہیں ہوتا، کوئی مر جائے، تمہیں کیا پروا کسی کی۔ سمجھانے کی کوشش کی مگر غصہ ذرا زیادہ تھا، بیوی نے باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ تم کیا وقت ضائع کرتے ہو وہاں جا کر، اس نے کہا میں پڑھنے جاتا ہوں، اس نے کہا تمہارے استاد کو کچھ نہیں آتا تمہیں کیا آئے گا۔ اب جب اس نے استاد کے بارے میں بات کی یہ بھی نوجوان تھا، گرم خون تھا، اس نے کہا اچھا میرے استاد کو اگر ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو پھر تجھے طلاق۔ اب تو چلو غصہ تھا، ٹھنڈا ہوا، رات بسر ہوگئی، صبح ذرا دماغ نے کام کرنا شروع کیا، اب مرد کو بھی محسوس ہوا میں نے غلط کیا، عورت کو بھی محسوس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ان کے استاد کے بارے میں تو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس نے پوچھا جی بات یہ ہے کہ اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا

نہیں ہوئی؟ چونکہ Conditional (مشروط) تھی کہ اگر آپ کے استاد کو اتنی حدیشیں یاد نہ ہوں تو طلاق۔ اس نے کہا جی میں استاد سے جا کر پوچھتا ہوں، چنانچہ ابوذرؓ کے پاس آئے اور آکر انہوں نے پوچھا کہ حضرت! یہ معاملہ ہو گیا میں کا رنامہ کر کے آیا ہوں، اب آپ بتائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟

حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! جا کر تم میاں بیوی کی طرح رہو، اس لئے کہ ایک لاکھ حدیشیں مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے، یہ حفاظ حدیث تھے۔ تو کتابوں میں بھی محفوظ کیا اللہ نے اور سینوں میں بھی محفوظ فرمایا، اب تو تدوین ہو چکی، مدون شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، کوئی چودہ سو سال میں ایسا وقت نہیں آیا کہ احادیث رسول ﷺ ناپید ہوئی ہوں۔ تیسری صدی میں تو صحاح ستہ کی کتابیں بھی مکمل ہو گئی تھیں، تو ہزار گیارہ سو سال جو اس کے بعد گزرے ایک دن بھی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ کہیں بھی نبی علیہ السلام کا فرمان اس کتابی شکل میں موجود نہ ہو۔ نہ قرآن مٹا، نہ حدیث مٹی، سبحان اللہ۔ یہ حدیث پاک اصل میں قرآن مجید کی تفسیر ہے اور تفصیل ہے۔

ایک نکتہ کی بات:

یہ جو تعلیمات اسلامیہ ہیں، اصل میں یہ انسانوں کو انسان بنانے کے لئے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ ذرا کھولنا چلوں کہ

”أَعْلَمُ عِلْمَانِ ، عِلْمُ الْأَذْيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ“

علم دو قسم کے ہیں، دین کا علم اور اجسام کا علم

یہ جو ہمارا دین کا علم ہے، یہ علم الادیان ہے، اللہ کی معرفت کا علم ہے، انسانیت کو انسان بنانے کا علم ہے۔ باقی جتنے ہیں علم الابدان ہیں، یہ مادے کے علم ہیں، یہ ضروریات زندگی کے علم ہیں، یہ انسان کو انسان نہیں بنا سکتے۔

ایکسٹرینکل انجینئر ہے، فلاں انجینئرنگ ہے، فلاں ٹیکنالوجی ہے، وہ انسان کی ضرورت تو پوری کر سکتے ہیں، انسان کو انسان تو نہیں بنا سکتے۔

دین اسلام نے دنیا کو کیا کیا دیا:

چنانچہ دین اسلام کی کچھ خوبیاں ایسی ہیں کہ جو آپ ٹیکنالوجی کے ذریعہ سے پیدا نہیں کر سکتے۔ مثلاً ایمان، یہ ایک ایسی نعمت ہے، جو کسی سائنسی علم سے پیدا نہیں ہو سکتا، یہ دین کا علم پیدا کرے گا اور اللہ پر ایمان کے کیا فوائد اور نتائج ہیں، ہم شاید اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔

امریکہ کا ایک واقعہ:

مجھے ایک مرتبہ امریکہ میں ایک ریاست میں جانا پڑا، جس کا سلوگن ہے، First in Flight (پرواز میں اولین)۔ جہاز بنانے والا سائنسدان اس ریاست کا رہنے والا تھا۔ وہاں عشاء کے بعد بیان تھا، جن عالم کے یہاں گئے تھے، ان کے ساتھ بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ جی دعا کریں میں یہاں جیل میں جاتا ہوں اتوار کے دن، وہاں کے لوگوں کو میں دین کی تعلیم دیتا ہوں اللہ اس میں برکت ڈالے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ جی آپ مجھے وہاں کی کوئی خاص بات سنائیں۔ کہنے لگے بس ایک بات سنانا ہوں پھر عشاء کا وقت ہونے والا ہے، انہوں نے بات یہ سنائی۔

ایک بندہ آیا جو وہیں کا گورا امریکن تھا، کہنے لگا میں نے اس سے بات چیت کی، دین اسلام کو پیش کیا، الحمد للہ اس نے دین کو قبول کر لیا۔ اب میں نے اس کو دین سکھانا بھی شروع کر دیا، جو ضروریات دین ہیں وہ اس کو بتانی شروع کر دیں، نماز ایسے پڑھتے ہیں، یہ یہ مسائل وضو ہیں، تاکہ اللہ کے فرامیض پورے کر سکے، پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھانا شروع کر دیا، اس دوران وہ میرے بہت قریب ہو

گمایا بالکل جیسے جگری یار ہوتا ہے، وہ ایسا یار بن گیا، میں نے اس کا نام علی رکھا تھا۔ ایک دن مجھے پتہ نہیں کیا خیال آیا، میں نے اس سے Question (سوال) پوچھا کہ علی ایہ بتاؤ کہ اسلام لانے سے پہلے اور اسلام لانے بعد تمہیں اپنے اندر کیا تبدیلی نظر آئی؟

جیسے ہی میں نے اس سے یہ سوال پوچھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ شاید میں نے سوال پوچھ کر غلطی کی، تو میں نے پوچھا بھائی کیوں کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ! تم میرے جذبات کو سمجھ نہیں سکتے، تم سے چونکہ میں اپنی Personal باتیں بھی شیئر کر سکتا ہوں تو اتنی میری تمہارے ساتھ دوستی ہے، میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اسلام لانے سے پہلے میں ذہنی مریض تھا، نفسیاتی مریض تھا۔ اور مرض میرے اندر یہ تھا کہ مجھے انسانوں کے خون پینے کا منظر اچھا لگتا تھا، میں نے سب گناہ چھتیس مرد اور عورتوں کو قتل کیا ہے، بغیر کسی Reason (وجہ) کے جب وہ تڑپتے تھے تو میں ان کے گردنا چتا تھا، مجھے اچھا لگتا تھا اور اس جیل میں میں قتل کے جرم میں نہیں آیا یہاں تو میں ایک جھوٹے سے جرم میں آیا ہوں، چھ مہینے بعد میں باہر چلا جاؤں گا، میرا ایسا پتھر دل تھا انسان کی جان لینے پر بھی جس کو کوئی احساس نہیں ہوتا تھا۔ اب تم نے مجھے کلمہ پڑھایا، اب میرے ذہن میں قیامت کا تصور آیا، سوال و جواب کا تصور آیا، اب میرے دل کی یہ حالت ہے کہ جب میں اس کمرے سے Walk (چہل قدمی) کرنے کے لئے باہر نکلتا ہوں، میں اس کا بھی خیال کرتا ہوں کہ میرے پاؤں کے نیچے آکر کوئی بیوقوف بھی نہ مر جائے! اسائنس بندے کو یہ ایمان تو نہیں دے سکتی۔

اسلام اور گھریلو زندگی:

یہ گھریلو زندگی کا تصور ہے دین اسلام میں، یہ اللہ کی عجیب نعمت ہے۔ یہ

سامنس کے ذریعے سے پیدا نہیں کیا سکتا، یہ محبتیں، یہ الفتیں، بہن، بھائی، ماں، باپ، میاں، بیوی، یہ محبتیں (لَوْ اَنْفَضْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا) اے میرے محبوب ازمن کے جتنے خزانے ہیں، سارے آپ اگر اکٹھا خرچ کر دیتے تو (اِنَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ) ان لوگوں کے دلوں میں محبتیں پیدا نہیں کر سکتے تھے، (وَلِئِنْ اَلَفْتِ اَلْفَ بَيْنَهُمْ) اللہ نے دلوں میں محبتیں پیدا کر دیں۔ یہ عجیب چیز ہے، اللہ اکبر! سامنس کے ذریعہ سے یہ نعمت نہیں پیدا کی جاسکتی، چنانچہ آج جو ملک کہتے ہیں، کہ جی ہم بڑے ترقی یافتہ ہیں، وہاں جا کر دیکھیں تو ان کی گھریلو زندگی بہت ہی زیادہ افرا تفری کا شکار ہے۔

ایک امریکی ماں بیٹے کا واقعہ:

نیو یارک، نیو جرسی کے درمیان ایک ریاست ہے، وہاں ایک ماں نے بیٹے پر مقدمہ کیا کہ میرا خاوند مر گیا، یہ میرا جوان بیٹا ہے، میں اور یہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، میں اس پر مقدمہ یہ کر رہی ہوں کہ اس نے کتے پالے ہوئے ہیں اور دن میں پانچ گھنٹے ان کتوں کو کھلاتا پلاتا بھگاتا ہے، ان کے ساتھ وقت گزارتا ہے، میں اس کی بیوہ ماں ہوں یہ میرے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے نہیں آتا۔ تو حکومت اس کو حکم کرے کہ روزانہ دن میں پانچ منٹ میرے پاس آ کر کم از کم میری خیریت ہی پوچھ لیا کرے۔

مقدمہ چلا، بیٹے نے بھی وکیل کیا، ماں نے بھی وکیل کیا، یہ اخبارات کی بھی زینت بنا، پورے ملک نے سنا، مقامی قوانین کے مطابق بیچنے والا خر فیصلہ دیا کہ کتے کیونکہ اس بچے نے پالے ہیں تو کہتے اس کے اوپر Liability (ذمہ داری) ہیں، اب تین گھنٹے لگیں یا پانچ گھنٹے لگیں اس کو لگانے پڑیں گے، رہ گئی ماں تو بچے کی عمر اٹھارہ سال سے اوپر ہو چکی تو اب ماں اس کے اوپر لاکھٹی نہیں، اس کو

کوئی تکلیف ہے تو وہ حکومت سے رجوع کرے ہم اس کو بڑی عمر کے جو بوڑھے خانے بنے ہیں وہاں بھیج دیں گے اور وہاں وہ زندگی گزارے گی، جہاں ماں بیٹے کا یہ تعلق ہو تو بتائیے کہ انسانیت وہاں کہاں ہوگی۔

ایک انگریز کا واقعہ:

ہمارے ایک سول انجینئرنگ کے پروفیسر تھے، ڈاکٹر اقبال علی ایک مرتبہ ان سے یونیورسٹی میں ہم ان کا پیریل پڑھ رہے تھے تو وہ بتانے لگے، میں اپنے ایک دوست کے ساتھ تھا۔ U.K. میں، کبھی کبھی میں اس کے دفتر چلا جاتا تھا۔ وہ جیسے ہی آکر بیٹھا تو تھوڑی دیر میں اس کی سیکرٹری آئی اور کہنے لگی Sir! ہاسپٹل سے آپ کے لئے کال Call ہے۔ اب ہم لوگوں کی شخصیتیں، طبیعتیں ایسی بنی ہوئی ہیں، ایسا بات سن کے ہم ذرا فوراً متفکر ہوتے ہیں کہ آخر کیا ہوا۔ اس نے خیر فون پر بات کی اور بات کر کے فون رکھ دیا، مجھ سے بات کرنے لگا، میں نے کہا کہ بھائی خیریت تو ہے؟ کہنے لگا، ہاں Every thing taken care۔ اس نے بتایا کہ جی میرے والد جو تھے بیمار تھے، ہسپتال میں تھے، ڈاکٹر کا فون آیا کہ وہ فوت ہو گئے اور میں نے ڈاکٹر کو کہہ دیا ہے کہ میرے والد کو سٹری سرورس Cemetery Services والے کے حوالے کر دو میں ان کا بل پے کروں گا۔

دین نے ہمیں کیا دیا:

جہاں باپ اور بیٹے کا یہ تعلق ہو، انسانیت وہاں کہاں؟ یہ جو محبتیں ہیں، میاں بیوی کی یہ ہمارے درمیان ہیں، وہاں تو یہ بزنس ہے۔ ہمیں ایسے لوگ ملے جو کئی سال سے میاں بیوی ہیں، بیوی کے پاس مگر یہ شتم ہے تو اپنے خاوند سے ادھار مانگتی ہے اور خاوند کے پاس شتم ہو تو بیوی سے ادھار مانگتا ہے، یہ وہاں میاں بیوی کا تعلق ہے۔ تو جو یہ ازدواجی زندگی کا تصور دین نے پیش کیا یہ دنیا میں کسی کے

پاس نہیں ہے اور نہ سائنس اور ٹیکنالوجی سے یہ پیدا کیا جاسکتا ہے، فزکس، کمپٹری پڑھتے جائیے، میڈیکل سائنس پڑھتے جائیے، کون بتائے گا کہ ماں سے محبت ضروری ہے۔

اسلام کی ایک اور خوبی:

تیسری نعمت یہ کہ شریعت نے جو خیر خواہی کا حکم دیا، یہ ایک عجیب تعلیم ہے دین اسلام کی۔ "الدین النصیحة" دین سراسر خیر خواہی ہے، چنانچہ مؤمن اپنا بھی خیر خواہ دوسروں کا بھی خیر خواہ، ہر ایک کا خیر خواہ۔ یہ خیر خواہی کا جذبہ سائنس نہیں پیدا کر سکتی، سائنس تو بتائے گی کہ تم نفع کیسے لے سکتے ہو، سود کے ذریعہ خون کیسے چمڑھو سکتے ہو، تم اپنا کاروبار کیسے چکا سکتے ہو، یہ نہیں بتائے گی کہ تم دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کیسے کر سکتے ہو؟

اسلام نے خیر خواہی کا درس دیا:

چنانچہ صحابہ میں سے ایک بزرگ تھے، انہوں نے گھوڑا خریدا، مثلاً دو ہزار روپیہ کا۔ گھر آئے، اگلے دن دوست آئے ان کو دکھایا، ابھی گھوڑا خریدا ہے، سب بڑے خوش ہوئے، بار اچھے بہت اچھا مل گیا، ویسے لگتا تو یہ تین ہزار کا ہے۔ جب دوست چلے گئے تو یہ ایک ہزار روپیہ لے کر گئے اور اس کے مالک کو جا کر دیے، بھائی کس لئے؟ کہنے لگے آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کی یہ چیز کتنی قیمتی ہے، لوگوں کی Assessment (جائزہ) تین ہزار کا ہے، میں آپ کو ایک ہزار روپیہ اور ادا کرتا ہوں۔ اگلے دن اور لوگ آ گئے، کسی نے کہہ دیا جناب اب یہ تو چار ہزار کا ہے، ایک ہزار اور لے کر چلے گئے، بھائی آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کی چیز کی Value کتنی ہے، لوگوں کی Assessment اتنی ہے۔ کسی نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے میرے محبوب کا حکم ہے "الدین النصیحة" میں اپنے بھائی کی خیر

خواہی کر رہا ہوں، سائنس تو یہ نعت نہیں سکھا سکتی، یہ دین اسلام کی خوبصورتی ہے، کہ اس نے یوں خیر خواہی کی تعلیم عطا فرمائی۔

اسلام نے ہمیں ایسا روایا:

”ایثار“ ایک دوسرے کے لئے قربانی دینا، ہم نے خود دیکھا ہم امریکہ میں ایک جگہ پر مجھے ٹکٹ خریدنی تھی، کاؤنٹر کے اوپر، کہا کہ ٹکٹ بنا دو، اب اس لڑکی نے ٹکٹ بنا دی، جب پیسے دینے کا وقت آیا، تو ہم نے بھی جیب میں سے پیسے نکالے کہ اس کو ادا کریں اور ساتھی نے بھی نکالے، اب میری چاہت تھی کہ مجھ سے لے لے اور ساتھی کی چاہت تھی مجھ سے لے لے، وہ کام چھوڑ کر بیٹھ گئی۔ ہم نے پوچھا اللہ کی بزدلی کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ I That's the reason I love the people یہ وجہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے محبت کرتی ہوں، میرے پاس ہمیشہ جب بھی دو مسلمان آتے ہیں، میں یہ دیکھتی ہوں کہ ہمیشہ پے منٹ کے لئے دونوں پیسے نکالتے ہیں اور آپس میں جھگڑا کرتے ہیں، یہ ایثار کا جذبہ دنیا کے پاس کہیں نہیں ہے۔

انگلینڈ کا واقعہ:

ہمارے ایک ساتھی ملتان کے رہنے والے، ان کے ماموں انگلینڈ تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں جب انگلینڈ جانے لگا تو والدہ نے آم کی ایک ٹوکری اپنے باغ کی ساتھ دی۔ میں نے کہا ای وہاں بہت پھل ملتے ہیں، مگر ای بھی اللہ کی عجیب مخلوق ہوتی ہے، کھانے پینے کی جب تک کوئی چیز نہ بھیج دے اس کو نسل ہی نہیں ہوتی۔ میں لے گیا، ماموں نے کچھ کھائے، کچھ ادھر کے پڑوسی کو بھجوا دیے، کچھ ادھر کے پڑوسی کو، ابھی بیٹھے ہی تھے کہ گھنٹی بجی۔ دیکھا تو دونوں پڑوسی دروازے پر، جی کیسے آئے؟ کہنے لگے جی ہم نے آم وصول تو کر لیے ہیں، ہم آپ کا شکریہ

ادا کرتے ہیں لیکن آپ نے مل ساتھ نہیں بھیجا۔ سنا آپ نے، وہاں کا یہ دستور ہے کہ ایثار ہمدردی نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔

ایثار کا ایک عجیب واقعہ:

ہمارے یہاں کتنا ایثار اللہ اکبر..... ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اور تین چار علماء اور تھے، ان کو حاکم وقت نے گرفتار کیا کہ یہ ان کی مرضی کا فتویٰ نہیں دے رہے تھے۔ تو وزیر نے کہا کہ دیکھو! ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ بہت نیک بندے ہیں اگر ان کو کچھ کہو گے تو تمہاری اپنی عاقبت خراب ہوگی۔ تو اس کے ذہن میں یہ تھا چلو دوسرے ایک دو کو میں قتل کروادیتا ہوں، ابو الحسن نوریؒ کو میں چھوڑ دوں گا۔ اب جب ان کو بلایا اور جلااد کو بلایا تو دیکھا کہ ابو الحسن نوریؒ سب سے آگے ہیں۔ اس نے بہانہ بنایا کہ یہ جگہ اچھی نہیں ہے، سب کو یہاں لاؤ، جب سب آئے تو ابو الحسن نوریؒ پھر آگے۔ اس نے کہا یہ بھی ٹھیک نہیں یہاں لاؤ، ابو الحسن نوریؒ پھر آگے، اس نے بلایا ابو الحسن! میں تو چاہتا تھا کہ تمہیں چھوڑ دوں دوسروں کو قتل کروادوں تم سب سے آگے، ارادہ کھڑے ہوئے یا کیا ہوا؟ کہنے لگے میں ارادہ کھڑا ہوا ہوں، ابو الحسن کیوں کھڑے ہوئے؟ کہنے لگے اس لئے کھڑا ہوا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا جتنی دیر جلااد کو مجھے قتل کرنے میں لگے گی، میرے بھائیوں کو اتنی دیر اور زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا، یہ ایثار کون سکھائے گا، یہ دین سکھاتا ہے، (اللہ زکریٰ)

اسلام نے سچ کی تعلیم دی:

مکارم اخلاق جو سات گنوائے گئے ”تَبِعْتُمْ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ“ اس میں ایک ہے سچ بولنا، ایک ہے سچائی کا معاملہ کرنا، اس کی ایک اپنی تفصیل ہے۔ یہ تعلیم جو دین نے دی سامنس یہ تعلیم نہیں دے سکتی۔

ہمارے اکابر نے سچ بولنے کی کیا کیا یادیں تازہ کر دیں حیران ہوتے ہیں۔ بات لمبی ہونے کے ڈر سے میں اب اس کو آگے کھول نہیں سکتا لیکن مشہور واقعہ ہے چونکہ آپ لوگ علماء ہیں آپ تو پہلے سے ہی جانتے ہیں کہ کاندھلہ میں زمین کے ٹکڑے پر جھگڑا ہوا تھا تو ایک مسلمان کو حکم بنالیا گیا تھا۔ مفتی الہی بخش کاندھلوی کو انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ یہ تو ہندوؤں کی زمین ہے تو جج نے فیصلہ لکھا تھا کہ آج مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا۔ اور اس کے فیصلے کو سن کر ہندوؤں نے کہا تھا کہ جج صاحب آپ نے فیصلہ تو دے دیا اب ہمارا بھی فیصلہ سن لیں کہ ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور اس جگہ مسجد بنانے کا ہم آج ارادہ کرتے ہیں۔ سچ کا بول بالا۔

حیا کی دولت کس نے دی؟

حیا کی تعلیم شریعت نے دی، آج سائنس حیا کی تعلیم نہیں دے سکتی بلکہ ان ملکوں میں جاؤ تو وہاں لکھا ہوتا ہے کالجز میں کہ Shyness is sickness کہ شرم ایک بیماری ہے۔ ہمارے یہاں آؤ تو لکھا ہوتا ہے، الحياء شعبة من الایمان حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ اب حیا والی زندگی کیا ہے؟ یہ مستقل ایک عنوان ہے، چلیں آگے چلیے۔

اخلاص کہاں سے ملا؟

اس کی تعلیم دین نے دی۔ دنیا کی کوئی سائنس کسی کو یہ تعلیم نہیں دے سکتی یہ دین اسلام کی وہ خوبیاں ہیں کہ آج دنیا کا کوئی اور مذہب یہ خوبیاں نہیں دکھا سکتا، یہ دین اسلام دکھاتا ہے۔ اور اسی کو انسانیت کہتے ہیں اور اسی انسانیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھی محفوظ رکھنا ہے تاکہ یہ خوبیاں میرے ہندوؤں میں پیدا ہوتی رہیں اور صحیح معنوں میں وہ انسان بن کر زندگی گزاریں۔

اخلاص کا ایک نمونہ:

ہمارے اکابر میں اخلاص کتنا تھا، اللہ اکبر..... مدائن فتح ہوا تو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سعد بن وقاص ؓ بیٹھے تھے، ان کے سامنے ایک سپاہی ایسا بھی آیا جو بہت غریب تھا، پچھلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں کپڑے میں کچھ لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے آکر کہا کہ یہ امانت آپ لے لیجئے۔ پوچھا کہ بھائی کیا ہے؟ کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا مدائن کے بادشاہ کا تاج تھا، قیمتی ہیرے موتی اس کے اندر جڑے ہوئے تھے، اتنا قیمتی کہ اگر وہ ایک ایک ہیرا بیچ کر کھانا تو پوری زندگی پیش میں گزار سکتا تھا۔ کسی کو پتہ بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس تاج ہے کہ کوئی اس سے مطالبہ کرنا۔ سعد بن وقاص ؓ کو بڑی حیرانی ہوئی اس بات پر کہ پتہ بھی کسی کو نہیں اور اس نے خود ہی آکر دے دیا، یہ تو کوئی بڑا نیک بندہ ہے۔ سعد بن وقاص ؓ نے پوچھا کہ بھائی آپ کا نام کیا ہے؟ جب انہوں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس سپاہی نے اپنے رخ کو پھیرا سعد بن وقاص ؓ کی طرف پیچہ کی اور قدم بڑھا کر جانے لگا اور جاتے ہوئے کہا، جس اللہ کی رضا کیلئے میں تاج لے کر آیا ہوں وہ میرا نام بھی جانتا ہے اور میرے باپ کا نام بھی جانتا ہے۔

اخلاص کی یہ تعلیم کون دے سکتا ہے؟ یہ دین سکھاتا ہے۔ تو چونکہ قرآن اور حدیث دین اسلام کی یہ تعلیمات دیتی ہیں اور ان تعلیمات کا نام انسانیت ہے۔ اس لیے جب تک دنیا میں انسان ہے تب تک اللہ کا قرآن اور نبی علیہ السلام کا فرمان موجود ہے یہ ختم نہیں ہو سکتا۔ کوئی چاہے بھی ختم کرنا وہ ختم کر نہیں سکتا۔ یہ بھی نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ تو ایک قرآن مجزہ اور دوسرا نبی علیہ السلام کا فرمان، احادیث کا ذخیرہ۔ اسلئے علماء نے اسماء الرجال کا فن نکالا، لاکھوں انسانوں کے

حالات زندگی اکٹھے کر دیے، آج بھی محفوظ ہیں، کسی راوی کے حال کی تحقیق کرنا چاہیں، آج بھی کر سکتے ہیں، ایسا پاک ذخیرہ موجود ہے۔

..... (۳) تیسرا معجزہ

تیسرا معجزہ نبی علیہ السلام کا کہ وہ جگہیں جہاں پر قرآن اور حدیث کا علم سینوں سے منتقل ہوتا ہے وہ قیامت تک محفوظ رہیں گی (مدارس)

یہ بھی نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے، اس لئے کہ اگر وہ جگہیں محفوظ نہ ہوں، تو یہ ایک نسل سے دوسری نسل میں یہ احادیث اور یہ باتیں کیسے منتقل ہوں گی؟ تو قرآن اور حدیث کی حفاظت قیامت تک کیسے ہوگی؟ ان کی حفاظت کے جو کارخانے ہیں، جہاں ان کی حفاظت کرنے والے پیدا ہوتے ہیں، وہ کارخانے محفوظ رہیں گے، وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ تو یہ بات اپنے دلوں میں لکھ لیجئے کہ کوئی ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ پوری دنیا سے عربی مدارس کو ختم کر دیا جائے، جو سوچتا ہے وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے، یہ مدارس وہ جگہیں ہیں کہ جہاں اللہ کا قرآن اگلی نسل کو منتقل ہوتا ہے، یہ حدیث پاک جو نبی علیہ السلام کا فرما ہے، آنے والی نسلوں کو پڑھایا جاتا ہے، یہ اس کو کاپی Copy کرنے کی جگہیں ہیں، سینوں سے سینوں میں کاپی ہوتا ہے، قاری صاحب کے سینے سے شاگرد کے سینے میں کاپی ہو جاتا ہے اور مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہوتا مدرسہ تو استاد اور شاگرد کا نام ہوتا ہے اور اس کی ابتدائی نبی علیہ السلام نے فرمائی۔

دیکھیں مسجد نبوی میں جو حلقہ کی جگہ تھی، وہ کیا تھی؟ وہ اس امت کی تاریخ میں دین کا پہلا مدرسہ تھا، انصار و مہاجرین آتے تھے، وہاں سارا دن بیٹھ کر نبی علیہ السلام کے فرامین سنا کرتے تھے، پڑھا کرتے تھے، مسلمان فارسی اور عربی ان کے مانیٹر تھے۔ سب وہاں آتے تھے، جو کام کاج میں لگے رہتے تھے وہ آ کے وہاں

دوسروں سے پکھتے تھے، وہ پکھنے کھانے کی جگہ تھی، جتنے مدارس ہیں، یہ سب اسی کی پیشیاں ہیں، وہی سلسلہ آگے چل رہا ہے اور یہ قیامت تک چلے گا، چنانچہ کتنی مرتبہ کفر نے کوشش کی مدارس کو ختم کر دیا جائے، مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

مدارس کو بند کرنے کا ایک حربہ:

۱۸۵۷ء کے بعد کفار نے یہ سوچا کہ مسلمانوں کو ختم کیسے کر سکتے ہیں، مسلمان کا قرآن سے رشتہ کیسے توڑ سکتے ہیں، ان کا اس کے لئے ایک ہی حل ہے کہ مدارس کو ختم کر دو۔ مدارس اس زمانے میں وقف کی جائیدادوں سے چلا کرتے تھے، کسی نے مدرسے کیلئے مریض زمین وقف کر دی، آدھا مریض، دوسرے تو ساری وقف کی جائیداد حکومت نے اپنے قبضے میں لے لی، گلا گھونٹ دیا، نہ کھانے کو ملے گا نہ یہ باقی رہیں گے، بھوک سے مریں گے، خود ہی خالی کر جائیں گے۔ مدرسہ رحیمہ جو دہلی میں تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد کے نام پر اس پر تو بلند و بالا پھیر دیا گیا تھا۔ دیہاتوں اور شہروں میں جہاں مدرسے نظر آتے تھے ان کو بند کر دیا گیا، تو کیا مدارس بند ہو گئے؟ اس وقت بھی رہے اور آج بھی موجود ہیں۔

کفر کے دور میں مدارس:

ریشا میں بھی یہی کچھ ہوا کہ وہاں قرآن کی تعلیم پر پابندی لگا دی گئی، انہوں نے سوچا کہ نہ مدارس رہیں گے نہ کوئی پڑھانے والا رہے گا، ختم ہو جائیں گے، مگر مدارس باقی رہے اور کیسے رہے؟ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ایک مدرسہ۔ انہوں نے بتایا کہ ہم کیا کرتے تھے، کہ بڑا گھر ہوتا بہت کمروں والا، جسکے چاروں طرف کمرے ہوتے۔ اس کے درمیان میں بھی ایک کمرہ بنا دیتے اور اس میں ساری ضروریات کی چیزیں رکھ دیتے، چاروں طرف اس کے دیوار اور دیوار ایسی ساؤنڈ پروف Sound Proof بناتے کہ اندر کی آواز باہر نہ آئے بالکل ساؤنڈ

پروف جگہ ہوئی، قاری صاحب اپنے چند بچوں کو لے کر اندر چلے جاتے اور اس دروازے کو دیوار سے بند کر دیا جاتا، پھر اس کے آگے لکڑی کی ایک الماری رکھ کر اس کو شراب خانہ بنادیا جاتا تھا، کس لئے؟ کہ یہ لوگ آئیں گے اور جب آکر دیکھیں گے کہ یہاں پر تو وڈکا پڑی ہے (شراب کا نام) فلاں پڑی ہے، فلاں پڑی ہے، تو کہیں گے ہاں یہ بالکل ٹھیک لوگ ہیں، چلے جائیں گے اور ایسا ہی ہوتا، پولیس کے لوگ آتے پورے گھر کو دیکھتے، جب وہ دیکھتے کہ انہوں نے گھر کو منی بار (چھوٹا بیخانہ) Mini-bar بنایا ہوا ہے، وہ کہتے کہ ان کا دین سے کیا واسطہ؟ وہ چلے جاتے تھے، ان کو نہیں پتہ ہوتا تھا کہ جہاں وہ کھڑے ہوتے تھے، چند میٹر کے فاصلے پر معصوم بچے اپنی معصوم زبانوں سے اس وقت بھی اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے۔ استاد بچوں کو لے کر جاتا تو بچوں نے قرآن نہیں پڑھا ہوتا تھا اور چھ مہینے آٹھ مہینے بعد جب بچوں کے لے کر باہر آتا تو بچے قرآن پڑھ چکے ہوتے تھے، مدارس اس طرح چلائے گئے، کوئی تصور کر سکتا ہے اس کا!

شکستہ دل سے جو آہ نکلے، فرش کیا عرش کانپ اٹھے گا
در نقس جو واہ ہو گا تو ایک دن ٹوٹ کر رہے گا
کسی کے روکے سے حق کا پیغام، کب رکا ہے جواب رکے گا
چراغ ایمان تو آندھیوں میں جلا کیا ہے جلا کرے گا

کفر کی آندھیوں میں ایمان کے چراغ جلاتے تھے، چنانچہ آج بھی دہاں مدارس موجود ہیں، یہ نبی علیہ السلام کا تیسرا معجزہ ہے، قرآن بھی محفوظ، نبی علیہ السلام کا فرمان بھی محفوظ اور ان دونوں علوم کے جریان کے لئے جاری ہونے کے لئے جو جگہیں ہیں، وہ مدارس بھی محفوظ، یہ انسانیت کی بناء کا ذریعہ ہیں جس دن یہ نہیں ہوں گے انسانیت اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔

..... (۴) چوتھا معجزہ:

”علمائے امت“ یہ بھی قیامت تک باقی رہیں گے،

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

”سَمْنٌ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَمِعًا أَوْ مُجِبًّا“

عالم بنوا نہیں تو طالب بن جاؤ! انہیں تو سننے والے بن جاؤ! انہیں تو محبت ہی

کرنے والے بن جاؤ۔

چند چیزوں کا دیکھنا عبادت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”چند چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔“

بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

زمر کے کنوئیں دیکھنا عبادت۔

قرآن کو دیکھنا عبادت۔

اور عالم با عمل کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

مصیبتیں کس سے دور ہوتی ہیں؟

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ چند ایسی وجوہات ہیں، جس سے آئی ہوئی

مصیبتیں ٹل جاتی ہیں:

توجہ فرمائیے! ”فرمایا ایک مؤذن جب مسجد میں اللہ اکبر کی آواز دیتا ہے، تو

اللہ کے نام کے بلند ہونے کے ساتھ کئی مصیبتیں اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہیں۔

فرمایا، حاجی جب احرام بکین کر بلیک کا لفظ کہتا ہے، تکبیر وہ عمل ہے، اللہ رب

العزت اس جگہ سے کئی مصیبتوں کو ہٹا دیتے ہیں۔

تیسرا فرمایا، اللہ کے دین کی خاطر جو لوگ نکلتے ہیں، اللہ کے دین کی سر بلندی

کے لئے وہ مجاہد جب اللہ اکبر کا نعرو لگاتے ہیں، اس نعرہ سے اللہ تعالیٰ کتنی مصیبتوں کو نال دیتے ہیں۔

اور فرمایا کہ کسی آبادی میں جب کوئی قرآن کا حافظہ اللہ کے قرآن کو پڑھنا شروع کرتا ہے، قرآن کے الفاظ سنتے ہی اللہ اس آبادی سے مصیبتوں کو ہٹا دیتے ہیں۔

یہ چٹنائیوں پر بیٹھنے والے، یہ روکھی ہوکھی کھانے والے، یہ انسانیت کے محسن ہیں۔

مدارس دنیا کی حفاظت کے ضامن:

ان طلباء علماء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں سے مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں، یہ نہ ہوں گے تو کلبوں والے اپنی زندگیاں نہیں گزار سکیں گے، اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر آگرے گا ان کے جو کروت چل رہے ہیں ان کی بنا پر۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو کھڑا کر کے فرمائیں گے ”لَمْ أَصْنَعْ عِلْمِي فِيكُمْ لِأَعَذِّبَكُمْ“ ۱۲ میں نے تمہارے سینے میں علم اسلئے نہیں ڈالا تھا کہ میں تمہیں عذاب دوں، ”إِنْ سَلِقُوا قَدْ عَفَرْتُ لَكُمْ“ جاؤ میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا اسلئے کہ یہ وہ لوگ ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے ”إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمَثَلِ الدُّجُومِ يَهْتَدِي بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ“ اللہ رب العزت نے ان کو ایک مقام دیا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔

”أَلَا إِنَّ السُّنْبَ مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونَةٌ مَا فِيهَا إِلَّا دَسَخُ اللَّيْلِ وَمَا وَالَاهُ
وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ“

ان کے سوا باقی دنیا کی چیزوں پر لعنت فرمادی، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے

راستے میں زندگی گزارتے ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے

”مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ“

جو علم طلب کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ واپس لوٹ کر نہ آجائے، علم کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے

”مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى“

جس نے علم کو حاصل کیا، یہ اس کے لئے جو کچھ گزر چکا، اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے یہاں ان کا ایک مقام ہے، اللہ رب العزت نے ان کو علم دیا ہے، ان کے سینوں میں قرآن کا نور ہوتا ہے، نبی علیہ السلام کے فرمان کا نور ہوتا ہے، اس لئے پوری دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آسکتا کہ علماء کو ختم کر دیا جائے۔ جو لوگ یہ نیت کر کے چلے ہیں تاکہ علماء کو ختم کر دو، وہ کبھی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اسی کو علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

وہ قاتل کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

مگر کفر کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتی، علماء ہمیشہ موجود رہے اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔ چنانچہ میں مثال دیتا ہوں اپنے ملکوں کی، یا پھر ریشیا (روس) کی کہ جہاں کے حالات کو اس عاجز نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، باقی دنیا کی مثالیں آپ ان کی کتابوں میں پڑھتے چلے جائے۔

نمائے کرام کی قربانی:

۱۸۵۷ء میں فرنگی نے یہ فیصلہ کر لیا کہ دین کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ علماء کو ختم کر دو، چنانچہ اس کے لئے ہر ہمتی سے ہر شہر سے جو جید علماء تھے، چوٹی

کے علماء تھے، جو استاد حضرات تھے، ان سب کو گرفتار کر کے ان کو درختوں پر پھانسی لٹکا دیا گیا۔ دہلی سے لے کر پٹنہ تک ایک سڑک ہے، جسکو G.T. روڈ جرنیلی سڑک کہتے ہیں، اس جرنیلی سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا ایسا درخت نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش نہ لٹک رہی ہو، پھانسی دے کر چھوڑ دیتے تھے، ایک ایک مہینے تک لاشیں لٹکی رہتی تھیں، ان کو اتارنے والا کوئی نہ ہوتا تھا یہ کس لئے کیا؟ تاکہ لوگوں کے اندر ایسا خوف پیدا ہو جائے کہ آئندہ کوئی اپنے بچہ کو عالم بنانے کا سوچ ہی نہ سکے، بادشاہی مسجد کے دروازے پر ایک پھندا بنایا گیا تھا، شفتیں بنا کر چوبیس (24) گھنٹے علماء کو پھانسی دی جاتی۔ ترتیب یہ تھی، ایک عالم کو پھانسی چڑھاؤ جب تک اس کی لاش ہل رہی ہے، اس وقت تک لٹکا رہے، جب ہلنا بند ہو جاتی تب دوسرے کو پھانسی دی جاتی، پھر ہلنا بند جاتی، تیسرے کو دیتے۔ تسلسل سے پھانسی دی گئی، ایسا بھی کیا گیا کہ علماء کو سامنے کھڑا کر کے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جاؤ! اور جب وہ جانے لگے تو پیچھے سے فوجیوں نے ان کی پیٹھ کے اندر گولیاں مار دیں۔

مجھے پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں ایک ایسا درخت خود دیکھنے کا موقع ملا، علماء وہاں لے کر گئے، انہوں نے کہا کہ حضرت ایہ درخت ہے کہ جس کے اوپر علماء کو پھانسی دی گئی تھی، ایسے درخت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ چنانچہ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ دہلی کے باہر جو کمپ تھے، وہاں علماء کو انگاروں میں بھی لٹایا گیا، ہر طرح کی ان کو اذیتیں دی گئیں مقصد کیا تھا؟ تاکہ یہ دین کا نام چھوڑ دیں اور آئندہ اپنی اولاد کو دین پڑھانے کا کبھی سوچیں ہی نہیں۔

تاریخ کا ایک ورق:

ایک کتاب ہے ”تاریخ کالا پانی“ حضرت مولانا محمد جعفر علی تھامیرتی نے

اسکیں عجیب باتیں لکھیں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ امرتسر میں ہمیں صرف بیڑیاں ڈالی گئی تھیں۔ جب ہمیں وہاں سے لاہور منتقل کیا گیا تو گزنہ Flint فٹ کر دیا گیا، گزنہ کا کیا مطلب؟ کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جس میں باندھا جاتا تو نہ بندہ بیٹھا ہوتا نہ کھڑا ہوتا، درمیان کی حالت میں رہتا ہوتا، اب درمیان کی حالت میں بندہ دس پندرہ منٹ تو رہ سکتا ہے، اس کے بعد اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بندہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور یہ تکلیف انہوں نے کس لئے دی تاکہ یہ روئیں، تڑپیں اور ہمیں منتیں کریں کہ جی چھوڑ دیں۔ اور یہ حضرت معافی نامہ لکھنا نہیں چاہتے تھے کہ ہم کیوں معافی مانگیں، ہم اگر دین کی بات کرتے ہیں تو ہم حق پر ہیں، سارا مسئلہ یہ تھا۔

کہتے ہیں کہ لاہور میں ہمیں ایک مہینہ رکھا گیا، بہت تکلیف دی گئیں۔ پھر ملتان والے کسی افسر نے کہا یہ لوگ تم سے کیوں نہیں سیدھے ہو رہے، انہیں میری طرف بھیجا کہتے ہیں کہ حکم آیا تو کوٹ لکھت جیل سے ہمیں ریل گاڑی میں ملتان بھیج دیا گیا۔ اس میں ڈبے کے اندر بچرے رکھے ہوئے تھے اور بچروں کے اندر کیلیں اندر کی طرف کورخ کر کے لگائی گئی تھیں اور ہمیں اندر بٹھا دیا گیا۔ اب ہم اندر بیٹھے اور ہمارے ارد گرد چھ اونچ کے فاصلے پر یا ایک فٹ کے فاصلے پر کیلیں ہیں تو کہنے لگے کہ ہم بیٹھے ہوتے اور بغیر دسل اور سیٹی کے اچانک گاڑی کو چلایا جاتا، تو گاڑی چلتی اور جھٹکا لگتا، ہم پیچھے لگتے تو کیلیں ہمارے جسم میں چبھ جاتیں، خون لگتا اور ابھی ہم پیچھے کے زخم برداشت نہیں کر پاتے تھے کہ گاڑی کو اچانک Break لگائی جاتی، تو ہمارے ماتھے پر، منہ پر، سینہ پر کیلیں آگے کی جانب چبھ جاتیں۔ اسی حال میں ہمیں ملتان بھیجا گیا، مگر ایک انٹیشن پر جا کر گاڑی کو کھڑا کر دیا جاتا۔ اب کتنے دن، کتنے گھنٹے، کھڑی رہے گی کچھ پتہ نہیں تھا، آپ یوں سمجھیں کہ کوٹ لکھت سے ملتان کا سفر ایک مہینہ میں طے ہوا۔ جب کوئی سوایا ہوا ہوتا اور سوئی ہوئی حالت میں گاڑی کو چلایا جاتا تو اور کیلیں چبھتیں۔ پھر گاڑی کے اندر اتنی

گرمی کہ خون پسینہ اکٹھا ہو جاتا، زخم درد کرنے لگتے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ان کو اتنی تکلیف پہنچاؤ کہ یہ نگاہ آ کر معافی مانگ لیں کہ جو تم کہتے ہو ہم کہنے کو تیار ہیں، ہم گلے کو تیار، ہمیں یہاں سے نکال دو۔ لیکن یہ غفلتوں کے ایسے پہاڑ تھے یہ جبال العلم تھے، استقامت کے وہ لوگ تھے جو معافی مانگنے کو تیار نہیں تھے۔

چنانچہ ان کو اسی حال میں ملتان پہنچایا گیا، کہنے لگے کہ جب ملتان پہنچے تو اس نے دیکھا کہ ان میں سے تو معافی مانگنے والا کوئی بھی نہیں، تو اس نے مشورہ کیا لاہور والے سے کہ ان کو پھانسی کیوں نہیں دیتے، کیا مصیبت ہم نے پالی ہوئی ہے۔ کہنے لگے انہوں نے پھانسی کے Final Order کر دیئے، اب جب پھانسی کا حکم ہوا تو، ہمارے چہروں پر سرخی آ گئی، رعنائی آ گئی، تو اگلے دن صبح سحری کے وقت ہم نے پتے چاکر، گھاس کھا کر، جو قریب قریب تھی روزہ کی نیت کی، سوچا کہ اگر ہمیں پھانسی دی جائے گی تو ہم روزہ کی حالت میں اللہ کے حضور اپنی جان پیش کرنا چاہتے ہیں۔ صبح جب حاکم آیا، اس نے چہروں پر تازگی دیکھی، اس نے کہا، اولاد! تمہیں کیا خوشی ملی کہ تمہارے چہروں پر آج اتنی تازگی نظر آتی ہے؟ تو کہتے ہیں کہ کسی نے اتنا کہہ دیا کہ تم پھانسی دو گے تو ہمیں مقصود نصیب ہو جائے گا، گوہر مقصود مل جائے گا تو اس پر وہ رک گیا، پھر اس نے مشورہ کیا تو مشورہ کر کے طے ہوا کہ ان کو چودہ سال کے لئے قید ”کالا پانی“ بھیج دیتے ہیں، تو اس Point پر آ کر ایک عجیب شعر نکھار ماتے ہیں:

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا

کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اگر پھانسی دے دیتے رہائی ہو جاتی، اب وہ بھی رہ گئی۔ کہنے لگے کہ اب انہوں نے ہمیں بھیجنا تھا، ہمیں یہ نہیں پتہ تھا کہ فرنگی کیا چال چلے گا، ہمیں اس وقت پتہ چلا جب بیڑیاں ڈالیں، جھنڈیاں ڈالیں گزٹ کسے اور ہمیں باہر نکالا، تو ہم

نے دیکھا کہ ہمارے بیوی بچے ہمارے سامنے موجود تھے اور فرنگی ان کو اسلئے لایا تھا کہ ان کو کھانا کھائے کہ تم ان کو مٹاؤ! کہ یہ چند الفاظ کہہ دیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو ہم ان کو ابھی تمہارے ساتھ گھر بھیج دیں گے۔ عورتیں چونکہ کمزور دل ہوتی ہیں، کہنے لگے میرا چھوٹا بچہ تھا جب اس نے بندھا ہوا دیکھا تو امی سے کہنے لگا، امی! اگر وہ گھروں میں تو بھینسوں کو گائیوں کو زنجیروں سے باندھتے ہیں میرے ابو کو زنجیروں سے کیوں باندھا گیا؟ میری بیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہنے لگی یہ لوگ کہتے ہیں، آپ چند الفاظ اگر کہہ دیں کہ آپ اسکے دشمن نہیں، مخالف نہیں، آئندہ مخالفت نہیں کریں گے، تو یہ آپ کو چھوڑ دیں گے، تو ان الفاظ کو کہنے میں کیا حرج ہے۔ میں نے اسے سمجھایا میں یہ الفاظ زبان سے نہیں نکال سکتا، بیوی بھی رونے لگ گئی، اتنا عرصہ جدائی میں گزر گیا، اب تو ہمارے ساتھ واپس چلو! میں نے اسے سمجھایا اللہ کی بندی! اگر زندگی ہوئی تو دنیا میں آکر تمہیں ملوں گا، اگر زندگی نے ساتھ نہ دیا تو میں حوض کوثر پر نبی علیہ السلام کے قدموں میں آکر تمہیں ملوں گا جب میں نے اپنی بیوی کو ان الفاظ سے سمجھایا تو بیوی مان گئی، بچہ رونے لگا اور اسی حال میں ہمیں روانہ کر دیا گیا۔

کہتے ہیں پھر میں وہاں سے چلا تو پھر کالا پانی پہنچا، مگر ایک نیا مسئلہ آ گیا، بیوی نے دو سال کے بعد ایک خط لکھا اپنی جوان ہو گئی، تم بھی گھر پر نہیں ہو، اب اس بچی کے رشتے کا میں کیا کروں؟

تو میں نے اس کو جواب میں کہا، کسی قریبی جگہ پر ایک عالم باللہ کو دیکھو! با خدا بندے کو دیکھو اور ان سے کہو کہ والد جیل میں ہیں اور بچی کا رشتہ کرتا ہے، تو وہ اپنے متعلقین مثلاً سے کسی نیک نو جوان کو تجویز کر دیں گے، اس نو جوان سے تم رشتہ کر دینا! مگر ایک بات ذہن میں رکھنا! جمعہ کے دن نکاح کرنا اور جمعہ کے مجمع میں یہ اعلان کرو! دینا، لوگو! زندہ باپ کی یتیم بچی کا نکاح ہو رہا ہے۔

یہ اعلان ہوتے تھے! لوگو! زندہ باپ کی یتیم بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے، تم بھی اس نکاح میں شریک ہو جاؤ، یہ قربانیاں تمہیں جو علماء نے دیں، لیکن اس کے باوجود نہ بچکے، نہ پیچھے ہٹے اور اللہ نے آج بھی اس جماعت کو سلامت رکھا ہوا ہے۔

مولانا محمد علی جوہر:

ہمارے اکابر نے کیا کیا قربانیاں دی ہیں! ہم ان باتوں کو سوچتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے، مولانا محمد علی جوہر علماء کے شاگرد تھے، ان کو کہا گیا کہ اگر تم اپنی آواز نہیں روکو گے! اخباروں میں لکھنا نہیں چھوڑو گے! ہم تمہیں بھی اسی طرح قید کر دیں گے، یا پھانسی پر لٹکا دیں گے، وہ چونکہ شاعرانہ مزاج رکھتے تھے، تو انہوں نے اس موقع پر اشعار لکھے کہا کہ:

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب میں سامانِ بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین بن علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغامِ قضا میرے لیے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا
اکسیر بھی ایک دوا میرے لیے ہے
یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں سبھی نے کش
مگر آج کی محنگھدور گھٹنا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

چنانچہ ان کو جیل میں ڈال دیا گیا، وہ جب نکلے تو پھر انہوں نے کہا اچھا پھر میں اپنے ملک کو چھوڑ کر جاتا ہوں اور میں کفار کے ملک میں جا کر ان کے

اخباروں میں لکھوں گا اور اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک کہ قوم کو آزادی نہیں ملے گی۔ چنانچہ وہ دل میں یہ ارادہ لے کر وطن چھوڑ کر چلے گئے، جب کچھ عرصہ وہاں رہے تو پیچھے بنی پیار ہو گئی حکیموں کو کروایا گیا تو انہوں نے لاعلاج مرض بتایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ بس یہ چند دن کی مہمان ہیں۔ ماں نے کہا، بیٹی تیری کوئی تمنا ہے، اس نے کہا ایسا اتنا جی چاہتا ہے کہ میں اباحضور کی زیارت کر لیتی، ایک مرتبہ میں ابا کا چہرہ دیکھ لیتی، ماں نے کہا بیٹی خط لکھو، چنانچہ قلم نے خط لکھا: اباحضور! میں اب زندگی کے آخری لمحات گزار رہی ہوں، اتنا جی چاہتا ہے آپ آئیں میں آپ کا چہرہ دیکھ لوں تو انہوں نے اس خط کی دوسری طرف چند اشعار لکھ کر اپنی بیٹی کو واپس بھیج دیئے اشعار کیا لکھے؟

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں منظور ہے، لیکن اس کو
نہیں منظور، تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

جوان بیٹی کو یہ خط کے اشعار لکھنا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے، علماء نے یہ قربانیاں دیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی جرأت ایمانی:

جب ۱۹۴۰ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حکیم اجمل کی کوشی پر فوت ہوئے۔ حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ ٹکٹ گئے ہوئے تھے، تو ان کو اطلاع ملی تو وہ اپنے شیخ کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے وہاں سے آئے۔ جو غسل دینے والا بندہ تھا اس نے اہل خانہ سے یہ پچھوایا کہ حضرت کی پیٹھ پر یہ زخموں کے نشان کیسے تھے؟ اہل خانہ کو بھی پتہ نہیں تھا، چنانچہ اس نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے

پوچھا؟ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہاں مجھے اس راز کا پتہ ہے، مگر حضرت نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ تم نے یہ راز فاش نہیں کرنا، اب چونکہ وہ وفات پا چکے اب میں یہ بات آپ لوگوں کو بتا سکتا ہوں کہ جب ہم قید تھے تو اس وقت کفار نے حضرت کو یہ کہا کہ یا تو زبان سے کہہ دو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ورنہ پھر ہم تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔ حضرت نے کہا میں یہ نہیں کہہ سکتا، چنانچہ ان کو تکالیف پہنچائی جاتیں، آگ کے انگارے بچھا کر ان کو زبردستی ان پر لٹایا جاتا، یہ اس کے نشانات ہیں۔ جب زخمی حالت میں حضرت آتے ہم شاگرد تھے، بہت دکھی ہوتے، حضرت لیٹ نہیں سکتے تھے، ساری رات بیٹھ کر گزاردیتے، بیٹھ پر زخم تھے، ہم حضرت کی خدمت میں عرض کرتے، آخر حضرت! شریعت نے حیلے کا جواز لکھا ہے، امام احمدؒ نے ”کتاب الجمل“ لکھی، تو آخر جب جان کا معاملہ ہو تو کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آتا ہے، آپ بھی کوئی ذمہ لفظ کہہ دیں تاکہ یہ بد بخت آپ کی جان چھوڑ دیں۔ جب ہم حضرت سے منت کرتے تو حضرت کہتے میں ہرگز کوئی ایسا حیلہ نہیں کروں گا۔

ہم کہتے، حضرت! آپ کی تکلیف بھی تو نہیں دیکھی جاتی، جب بہت منت سماجت کی، تو حضرت نے ایک دن میری طرف دیکھ کر کہا: حسین! تم کیا سمجھتے ہو! میں روحانی بیٹا ہوں ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت غیبیؑ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبابؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کا، میں روحانی فرزند ہوں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جن کی لاش جبل سے نکالی گئی تھی، میں روحانی بیٹا ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جن کا منہ سیاہ کر کے مدینہ میں پھرایا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جن کو کوڑے لگائے گئے تھے، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کے آخری عمر میں دونوں ہاتھ ان کے پتھریوں سے جدا کر دیے گئے تھے۔ یاد رکھنا! حسین احمد یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں، لیکن میرے دل سے ایمان کو کبھی نہیں نکال سکتے،

یہ ہمارے اکابر تھے جنہوں نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں مگر اسکے باوجود انہوں نے پیچھے ہٹنا گوارہ نہ کیا، کفر کے سامنے جھکنا گوارہ نہ کیا، اپنی زندگی میں داستان وفا میں واقعات کا اور اضافہ کر کے چلے گئے۔

حضرت مدنی

حضرت حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کراچی میں پیش کیا گیا، تو اس وقت انگریز نے ان سے کہا تھا، تم جانتے ہو کہ تم نے یہ کہا ہے، یہ کرو اور وہ کرو اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے پتہ ہے اس کی سزا کیا ہے، انہوں نے اپنے کندھے کے اوپر ایک سفید چادر دکھائی، فرمایا کہ یہ سزا ہے، کفن اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کفن کیوں لائے ہو! جس کو پھانسی دی جاتی ہے کفن تو حکومت اس کو دیتی ہے، فرمایا اسی لئے تو لے کر آیا ہوں، حکومت کا کفن لے کر جاتے ہوئے شرم آتی ہے، میں اللہ کے یہاں کفن اپنا لے کر جاؤں گا، اب بتائیے! اتنی استقامت علماء نے دکھائی اور جن کی وجہ سے آج الحمد للہ ان کو آزادی ملی۔

اور آج یہ جو مدارس ہیں، مساجد ہیں، اللہ کے دین کے مطابق زندگی گزار رہے کے لئے مواقع موجود ہیں، یہ ہمارے اکابر کی ان قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔

علمائے روس کی قربانیاں:

بالکل اسی طرح کی قربانیاں رشتہ کے علماء نے دیں، چنانچہ مجھے وہاں پر بتایا گیا کہ جب کمیونزم کا انقلاب آیا تو علماء کو بڑے پیمانے پر شتم کرنے کے لئے مہم چلائی گئی، پھندے دیے گئے، بجلی کے جھٹکے دیے گئے، حتیٰ کہ ٹرینوں پر بٹھا کر دو

ٹریوں کو آپس میں ٹکرا دیا گیا، اجتماعی قبریں ان کی بنادی گئیں۔

بعض جو بڑے علماء تھے ان کو جہاز میں بٹھایا گیا بالآخر سانپریا کے برف والے میدان میں ان کو اتار دیا گیا، اب ان کے پاس کچھ جگہ نہیں تھی، ٹھنڈک کی وجہ سے کچھ لوگ مر گئے، کچھ ایسے تھے کہ جو وہاں سے بھاگے اور ہر وقت اپنے جسم کو وہ حرکت میں رکھتے تھے تاکہ ٹھنڈک کی وجہ سے کہیں ان کی جان ہی نہ چلی جائے اور کئی مرتبہ بھوک لگتی برف توڑ کر پیچے ہاتھ ڈالنے کوئی پھلی ہاتھ آتی تو کبھی پھلی کھا کر گزارا کرتے تھے اور اتنی مشقتوں کے بعد دو یا تین علماء ایسے تھے جو بچ کر نکل آئے اور انہوں نے آکر یہ سارے حالات سنائے، اس طرح رشتہ کے علماء نے بھی قربانیاں دیں اور بالآخر علماء زندہ موجود رہے اور ان کی جماعت آج بھی وہاں پر موجود ہے۔ ہمارے ملکوں میں بھی علماء نے قربانیاں دیں، علماء کی جماعت آج بھی موجود ہے، اور اس جماعت نے کیا اچھا کام کیا، ایک عالم بنا، پھر اس نے آگے سینکڑوں کو عالم بنایا، سینکڑوں تک دین پہنچایا، سینکڑوں کے سینوں میں اس علم کو منتقل کیا، لہذا اب ان کو دنیا سے ملنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

اگر کوئی آکر پوچھے کہ آخر تمہارے اکابر نے کیا کیا؟ آج ہم ان کو بتا سکتے ہیں، اسلام کے ساتھ جو ہماری علمی نسبت ہے، وہ عظیم ہستیاں تھیں۔ اگر تم نے دیکھنا ہے تو ذرا مالٹا کی درو دیوار سے جا کر پوچھو! کہ شیخ الہند کون تھا؟ کراچی کی جیلوں میں جا کر پوچھو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ جزیہ انڈمان کی فضاؤں سے جا کر پوچھو کہ جعفر تھا میری رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ میاں ولی اور سکھری جیلوں سے جا کر پوچھو اعطاء اللہ شاء صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ جی ٹی روڈ کے دلوں طرف کے درختوں سے جا کر پوچھ سکتے ہو کہ علمائے دیوبند کون تھے؟ یہ وہ لوگ تھے جو استقامت کے ساتھ دین پر چبے رہے، انہوں نے جانیں تو دے دیں مگر اپنے ایمان کو نہ گنوا یا۔ یہ واقعی وہ لوگ تھے جنہوں نے

دین کو اپنے سینوں سے لگائے رکھا قرآن نے انہی لوگوں کے بارے میں کہا تھا
﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ بِالْكِتَابِ﴾

جو لوگ تمہک بالکتاب کر لیتے ہیں سینوں سے اس کو لگا لیتے ہیں وہ پھر جانیں
تو دے دیتے ہیں وہ پھر اپنے دین کو نہیں بچا کرتے دین کو نہیں چھوڑا کرتے۔

مولوی کس چیز کا نام ہے:

آج لوگ صرف مولوی کا نام تو جانتے ہیں ان کو کون بتائے کہ

..... مولوی نام ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہیت کا

..... مولوی نام ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کا

..... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کا

..... ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت کا

..... محمد والقب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی قلب کا

..... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت کا

..... شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت کا

..... شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا

..... حضرت نانو قوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا

..... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت کا

..... اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وجاہت کا

یہ وہ لوگ تھے جن کی قربانیوں کی وجہ سے دین کی نعمت ہم کو ملی ہے، تو میں اتنی
بات عرض کرنا چاہتا ہوں ایک طالب علم ہونے کے ناطے کہ داستان اہل وفا ہے۔
نبی علیہ السلام نے بھی قربانیاں دیں، صدیق اکبر ؓ نے قربانیاں دیں، پال
ؓ اور ضعیف ؓ نے قربانیاں دیں، وہ قربانیاں دے کر رخصت ہو گئے، پھر اس

کے بعد آنے والے دوسرے لوگوں نے قربانیاں دیں، یہ قافلہ ہے۔ جیسے ایک اونٹ گزرا، دوسرا گزرا، چلتے چلتے چلے جاتے ہیں، ایک جماعت گزری، دوسری جماعت گزری، یہ وہی قافلہ، اہل وفا ہے، یہ وہی داستانِ وفا رقم کرنے والے لوگ ہیں جن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن رکھا ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان رکھا ہے، ہمارے سر پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس لہبت کو بچانے کے لئے ہم اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے دین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، ہم دین کے ساتھ جھڑپیں گے، ہم اپنے سینوں سے لگا کر رکھیں گے یہاں تک کہ ہماری جان جانِ آفریں کے حوالہ ہو جائے۔ جب اس جذبہ کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو ان شاء اللہ اگرچہ سہولت کی زندگی گزاریں گے پھر بھی حشر انہی کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ علمی فکری مناسبت ہوگی، ہم جانتے ہیں کہ ہم بہت کمزور ہیں، ہم کسی قربانی دینے کے قابل تو نہیں ہیں، مگر ایک علمی یادداشت ہے، رب کریم ہمیں بھی انہی کی طرح استقامت عطا فرمادیجئے اور قیامت میں ہمیں بھی نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ عطا فرمادیجئے۔

تو چار معجزے نبی علیہ السلام کے قیامت تک باقی رہیں گے
(۱)..... قرآن مجزہ

(۲)..... نبی علیہ السلام کا فرمان مجزہ

(۳)..... علماء کرام مجزہ (جو ان کو اپنے سینوں میں محفوظ کرنے والے ہیں وہ بھی باقی رہیں گے)

(۴)..... مدارس اسلامیہ مجزہ (جو علماء کو تیار کرنے والے ہیں)۔

ایک لمحے کے لئے نہ سوچنا کہ یہ مدارس ختم کر دیے جائیں گے، کبھی بھی ایسا ممکن نہیں، یہ ایسی بات ہے کہ اس پر اگر ہم قسم کھالیں تو شاید حادثہ نہیں بنیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی فرمایا،

﴿إِنَّا لَنَحْنُ فَزَنُا الذَّخْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَحَافِظُونَ﴾

آج کے اس دور میں جبکہ معصیت کی ظلمت عام ہوتی جا رہی ہے الحمد للہ مساجد اور مدارس اہل علم کے دم قدم سے آباد ہیں کل قیامت کے دن کہہ سکیں گے،
اللہ!

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

یہ کوئی چھوٹی سی ذمہ داری نہیں بہت بڑی ہے جو الحمد للہ ہم جیسے بے عمل

لوگوں سے اللہ تعالیٰ لے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر استقامت نصیب

فرمائے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آج معصیت کی ظلمت اتنی زیادہ بڑھ چکی کہ آج

ہمیں اور زیادہ ہمت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

معصیت کی ظلمت بڑھ گئی اب اس اندھیرے کو دور کرنے کے لئے چرائیوں

کی لوگو بڑھانا پڑے گا۔ ع

نئے چراغ جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

بلکہ کسی نے تو یوں بیان کیا

چرائیوں کی لوگو بڑھانا پڑے گا

ہواؤں کی رفتار بڑھنے لگی ہے

اگر ہواؤں کی رفتار بڑھ رہی ہے تو ہم بھی چرائیوں کی لوگو بڑھائیں گے روشنی

رہے گی، ہم اسی علم کی روشنی پر زندگی گزاریں گے اور قیامت کے دن اسی نسبت

کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں گے۔ اللہ رب العزت آپ

حضرات کی محنتوں کو قبول فرما کر ساری دنیا کے اندر ہدایت کی ہواؤں کو عام فرما

دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین